جناب محمد ارشد صاحب
معرفت جناب حضرت شاہ سید نفیس الحسینی صاحب
3/177 بالمقابل جامعہ مدنیہ کریم پارک
لاہور

از
محمد حمزہ حسنی

مشاہیر کے خطوط

بنام

حضرت العلامہ سید ابو الحسن علی ندوی

انتخاب و ترتیب

محمد یسین کوپرگانوی

(ناشر)

مکتبۂ فردوس - مکارم نگر - لکھنؤ

جناب محمد ارشد صاحب
بتوسط جناب حضرت شاہ سید نفیس الحسینی صاحب
3/177 بالمقابل جامعہ مدنیہ کریم پارک
لاہور
از
محمد حمزہ حسنی

مشاہیر کے خطوط

بنام

حضرت العلامہ سید ابوالحسن علی ندوی

انتخاب و ترتیب

محمد یسین کوپرگانوی

(ناشر)

مکتبۂ فردوس - مکارم نگر - لکھنؤ

مشاہیر کے خطوط

بنام

مولانا ابوالحسن علی ندوی مدظلہ

انتخاب و ترتیب

محمد یٰسین کویر گانوی

مطبوعہ: تنویر پریس لکھنؤ

"کچھ وضاحتیں"

(۱) جس خط کا حاشیہ حضرت مولانا علی میاں مدظلہٗ کا ہے اس کے آخر میں "ع" لکھ دیا گیا ہے اور جس خط پر مرتب کا حاشیہ ہے اس پر "م" لکھ دیا گیا ہے۔

(۲) مشاہیر سے تعارف اور حاشیوں میں جس جگہ حضرت مولانا علی میاں دامت برکاتہم کا ذکر آیا ہے وہاں مولانا موصوف کا مکمل نام نہ لکھتے ہوئے صرف "حضرت مولانا" لکھا گیا۔

(۳) اس مختصر کتاب میں صرف علمی، دینی اور ادبی خطوں کا انتخاب کیا گیا ہے

ہم نے اپنے آشیانے کے لئے
جو چبھے دل میں وہی تنکے لئے

اگر خدا کی توفیق و مدد شامل حال رہی تو انشاء اللہ قارئین کی خدمت میں اس سلسلہ میں دوسری جلد بھی پیش کی جائے گی۔

(۴) مکتوب نگاروں کا تعارف ہر صاحب مکتوب کے نام کے ساتھ یا حاشیے میں دیدیا گیا ہے۔

طابع ————
تعداد ———— ایک ہزار
قیمت ————

باھتمام: ———— عتیق الرحمٰن طیبی

ناشر: مکتبہ فردوس مکارم نگر (برولیا) لکھنؤ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

پیش لفظ

حامداً و مصلیاً و مسلماً

مکتوب نگاری ایسی صنف سخن ہے جسمیں بیک وقت مکتوب نگار اور مکتوب الیہ کے تعلقات اور ان کے ذہن و ذوق اور شخصیت کی جھلکیاں موجود ہوتی ہیں، مکاتیب کے اندر علم و فنون کے ذخائر اور سیرت و تاریخ اور ادب کے سرمائے کے علاوہ انسانی جذبات اور زندہ احساسات اور نجی خیالات و تجربات کا بے تکلف بیان ہوتا ہے جسے کسی اور صنف سخن میں ہم بمشکل پا سکتے ہیں، کسی شخص کے ذاتی رایوں کے جاننے کا بہترین ذریعہ اس کے خطوط بھی ہوتے ہیں، مشاہیر اہل علم کے خطوط کی تو خاص اہمیت ہوتی ہے اور وہ علمی و قومی تاریخ کا اہم حصہ ہوتے ہیں، اس مجموعے میں حضرت مولانا ابوالحسن علی صاحب ندوی مدظلہ کے نام مشاہیر اہل علم و اہل تعلق کے بعض اہم غیر مطبوعہ مکاتیب شامل ہیں جو حضرت مولانا کی کتابوں یا اخبار و رسائل کی فائلوں کی زینت تھے اور انکا یکجائی مطالعہ آسان نہ تھا۔

اس مجموعے میں ہر طرح اور ہر سطح کے خطوط جمع ہوگئے ہیں جنکا تنوع اپنے اندر بڑی دلکشی و دل کشائی، مسرت و بصیرت، حکمت و موعظت

اور علم و ادب کی چاشنی رکھتا ہے، ان حضرت مولانا کے مشاہیر سے گوناگوں تعلقات پر بھی روشنی پڑتی ہے، ان میں عوام و خواص کے لئے بڑے کام کی باتیں آگئی ہیں۔ اور زندگی کے مختلف پہلوؤں پر پختہ خیالات و تجربات کا عطر مجموعہ تیار ہو گیا ہے" یہ مجموعہ اس لحاظ سے بھی ممتاز ہے کہ اس میں اساطین علم و ادب اور اکابر علماء کے منتخب خطوط یکجا ہو گئے ہیں جن میں سے بیشتر کا تعلق علمی و دینی معاملات سے ہے۔

اس مجموعے کی ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ اس میں ان مشاہیر علم و دین ہی کے خطوط جمع کئے گئے ہیں جن کا ہندوستانی مسلمانوں کے مختلف شعبہ ہائے زندگی سے تعلق ہے، اس طرح اس کے ذریعہ ہندوستانی مسلمانوں کے طبقۂ خواص کے خیالات و محسوسات یکجا ہو گئے ہیں۔

اس مجموعے کے مرتب مولوی محمد یٰسین صاحب (متوطن کوپر گاؤں۔ احمد نگر) ہیں جو ایک باذوق اور پڑھے لکھے نوجوان ہیں اور حضرت مولانا مدظلہ سے تعلق خاطر رکھتے ہیں، انہوں نے بڑی محنت اور محبت کے ساتھ مشاہیر کے یہ خطوط مرتب کئے ہیں، ان پر تشریحی، حواشی کا اضافہ کیا ہے اور مکتوب نگاروں کا مختصر و جامع تعارف بھی کرایا ہے جس کے سبب اس مجموعہ مکاتیب کی افادیت اور بڑھ گئی ہے، اور وہ ہم سب کی شکرگزاری کے مستحق ہیں۔

امید ہے کہ حضرت مولانا مدظلہ، اور علم و دین سے تعلق رکھنے والے حضرات اس کی قدر دانی کریں گے اور اس سے پوری طرح مستفید ہوں گے حضرت مولانا مدظلہ کے نام مشاہیر اہل علم و ادب کے عربی و اردو خطوط کا ایک بڑا ذخیرہ ابھی غیر مطبوعہ ہے جس کیلئے ہماری دعا ہے کہ وہ بھی منظر عام پر آئے، اور یہ مجموعہ اس کا پیش خیمہ ثابت ہو۔

شمس تبریز خاں۔ ۱۷ر نومبر ۱۹۸۳ء

علامہ سید سلیمان ندویؒ

مولانا سید سلیمان ندوی ۱۸۸۴ء میں پیدا ہوئے، دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ کے اولین طلبا میں آپ کا شمار ہوتا ہے، مکمل تعلیم ندوۃ ہی میں حاصل کی جہاں حضرت العلامہ شبلی جیسے بے مثل ادیب، محقق اور مؤرخ استاد ملے۔

مولانا سید سلیمان ندوی کو عربی زبان و ادب اور تاریخ کا خاص ذوق تھا، دار المصنفین اعظم گڑھ جس کو علامہ شبلی نے قائم کیا تھا، علامہ مرحوم نے اس کو عالمی شہرت کا مالک بنایا۔

آپ تا دم آخر دار العلوم ندوۃ العلماء کی خدمت انجام دیتے رہے جس سے آپ کو دلی تعلق تھا۔

حضرت سید صاحبؒ حضرت مولانا کے استاد اور علمی سرپرست تھے نومبر ۱۹۵۳ء میں آپ کا انتقال ہوا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

دار المصنفین اعظم گڑھ

عزیزی رزقکم اللہ علماً نافعاً

کتاب[1] ملی، جا بجا سے پڑھی، بعض حصے تو بہت مؤثر ہیں، جن کو پڑھ کر آنکھیں پُر آب ہو گئیں، آپ کا انداز بیان اور انشا بھی دلپذیر ہے اللہ کرے حسن رقم اور زیادہ

---

[1] مراد "سیرت سید احمد شہیدؒ" ہے۔

آپ نے لکھنے کے لئے کیا چھوڑا ہے جو میں لکھوں، چاہتا ہوں کہ کتاب کی روح چند لفظوں میں کھینچ لوں، چند صفحے ہوئے ہیں، کچھ اور ہو جائے تو بھیج دوں، تراجم علمائے حدیث کا دیباچہ آپنے دیکھا ہے؟ اسی انداز پر وہ ہوگا۔

ڈاکٹر صاحب کی خدمت میں سلام کہئے

علی گڑھ کی کامیابی پر مبارکباد[1]

والسلام

سید سلیمان ندوی

۱۳ر فروری ۱۹۳۹ء

"بھوپال"

عزیز گرامی۔ وفقکم اللہ تعالیٰ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آپ کی واپسی[2] کا حال معلوم ہوا، آپ کو خط لکھنے کو دل چاہ رہا تھا، مگر یہاں کے لیل و نہار ایسے ہیں، جس میں اصل سے زیادہ فروغ پر صرف ہوتا ہے میں یہاں[3] بڑے جذبات کے ساتھ آیا تھا، ہمیشہ سے حسرت تھی کہ ندوہ میں گداگری کر کے کہاں سے روپیہ لایا جائے کہ اصل کام کا موقع ملے، کاش کوئی ریاست یا سلطنت ادھر متوجہ ہو، اور سرمایہ سے بے فکر کر دے کہ اصل

---

[1] یونیورسٹی کی طرف سے اعلان ہوا تھا کہ بی۔ اے کے طلباء کیلئے دینیات کی ایک کتاب مطلوب ہے جسمیں عقائد، اصول دین، سیرت طیبہ، اور ضروری مسائل آجائیں راقم سطور نے بھی اس کیلئے پیش کش کی تھی جو منظور ہوئی کتاب پسند کی گئی اور اس پر معاوضہ عطا ہوا۔ سید صاحب کا اشارہ اسی کامیابی کی طرف ہے "ع"

[2] میری حجاز سے واپسی مراد ہے، میں جون ۱۹۴۵ء تک حجاز ہی میں مقیم رہا۔

[3] سید صاحب بعض خاص اسباب کی بناء پر جولائی ۱۹۴۶ء میں قاضی ریاست و امیر دارالعلوم احمدیہ اور دینی امور تعلیم کے مشیر ہو کر ریاست بھوپال چلے گئے اور اکتوبر ۱۹۴۹ء تک وہیں رہے۔ "ع"

کام پر قوت صرف ہو، مگر یہاں آکر ڈیڑھ برس میں تجربہ ہو گیا کہ کاروبار سلطنت کے زیر سایہ یہ مقصد کسی طرح پورا نہیں ہو سکتا اسلئے میں خود چاہتا ہوں کہ جلد از جلد یہاں سے اپنا بستر اٹھا لوں، تذبذب ہے اب تو اسی قدر کہ ابھی اٹھا لیا جائے یا موسم حج تک وسعت دی جائے یہ تو اپنے یہاں قیام کا حال ہے باقی اپنی قوت جسمانی اب اس قابل نہیں کہ پورے ولولہ اور جوش کے ساتھ کام کو کیا جائے اسی لئے میں نے کو لگا دیا تھا کہ ان کی طاقت اور میرا دماغ کام کرے مگر آپ کی غیر موجودگی میں اساتذہ کی باہمی کشاکش نے ان کے خلاف محاذ قائم کیا۔ میں نے کہا بہتر ہے اب آپ میں سے کوئی صاحب ہوں، چنانچہ[1] ...... ہوئے، اب معلوم ہوا کہ ان سے بھی نہیں بنتی۔ ع

چیست یاران طریقت بعد ازیں تدبیر ما

دار العلوم کی ضرورت اور اہمیت مسلم ہے، لیکن مدت سے میرے دل میں از روئے تجربہ یہ خیال بیٹھ گیا کہ مسلمانوں سے اجتماعی کام کرنے کی صلاحیت سلب کر لی گئی ہے، زمانے کے حالات اور ملک کے انقلابات نے مذہبی تعلیم کی ضرورت کو روز بروز مسلمانوں کے لئے ضروری سے ضروری تر کر دیا ہے، مگر افسوس ہے کہ مسلمانوں کی غفلت بھی ہر روز غفلت سے گراں تر ہوتی چلی جاتی ہے مجھے تو کبھی ایسا نظر آتا ہے۔ کہ ایسا نہ ہو کہ یہ سرزمین "اکال الامم" بقول حالی مسلمانوں کو بھی نگل لے خیر یہ داستان تو دراز ہے۔

کبھی فرصت سے سن لینا بڑی ہے داستاں میری۔

ندوہ کے متعلق میرے جذبات وہی ہیں جو آپکے ہیں، میری تو ہمیشہ سے

---

[1] جہاں نقطے ہیں، وہاں ان فاضلوں کے نام ہیں جو یکے بعد دیگرے منصب اہتمام پر فائز ہوئے۔ ع

یہی رائے ہےکہ اب آپ اس بارگراں کو اپنے سر اٹھالیں۔

جواں ہو تم لب بام آچکا ہے آفتاب اپنا

میں ہر حال میں آپ کی مدد کروں گا اور اگر کہیں تو کچھ قیام بھی کروں۔ بشرطیکہ آپ کے خیالات کی تائید میں مدرسہ کے اساتذہ بھی شریک ہوں ڈاکٹر صاحب[1] کا بھی خط آیا ہے ان کو صحت کاملہ عاجلہ کے لئے دعا ہے انھوں نے بھی بلایا ہے مگر اس وقت اپریل تک حاضری مشکل ہے کاش آئندہ امتحان تک جس کو ایک دو ماہ ہوں گے معاملات تھم سکتے۔

آپ نے میری نسبت حجاز کے اہل علم کے جس حسن ظن کا اظہار کیا ہے وہ میرے لئے سرمایہ سعادت ہے۔ کاش کہ میں ایسا ہی ہوتا۔

والسلام

سید سلیمان ندوی

۱۸/ اپریل ۱۹۴۸ء

دیسنہ۔ پٹنہ

اخی العزیز رفع اللہ شانکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ،

آپ کا خط ملا تھا۔ خط میں دو باتیں تھیں ایک میرے قیام کے متعلق دوسرے نصاب کے متعلق، میں منتظر رہا کہ آپ نصاب کا مسودہ مجھے بھیج رہے ہیں یا بھیجا ہے مگر وہ اب تک مجھے نہیں ملا اب انتظار کے بعد جواباً لکھتا ہوں۔

میرا دور اور میرا عمل گزر چکا۔ "لکل عصر رجال"

---

[1] ڈاکٹر صاحب سے مراد حضرت مولانا علی میاں صاحب کے برادر اکبر ڈاکٹر سید عبد العلی الحسنی سابق ناظم دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ تھا۔

اب اس دور کے لئے آپ کا خاکہ موزوں ہوگا، مجھے چونکہ آپ پر اعتبار واعتماد ہے اس لئے دیکھے بغیر میں آپ کو پسند کرتا ہوں اللہ تعالیٰ نافع فرمائے جائے قیام سے متعلق ہنوز فیصلہ نہ ہو سکا۔ میں نے اعظم گڑھ دماغی سکون ذہنی امن وامان اور باہمی تصادم سے بچنے کے لئے چھوڑا اور فوری طور سے حیدرآباد کی تعلیمی خدمات کے بجائے بھوپال کی مذہبی خدمت قبول کی اگرچہ ریاست کے انقلاب کے دست برد سے اب تک میری جگہ وہاں محفوظ ہے، گو اصل رائے تو وہاں پہونچ کر ہی معلوم ہوگی، مگر چونکہ نفسیاتی طور سے اب اسلامی ریاست کا تصور نہیں رہا اس لئے سمجھتا ہوں کہ اب وہاں دل نہیں لگے گا، اور بہتوں کا خیال ہے کہ اب مجھے وہاں سے ہٹنا پڑے گا، یہی وجہ ہے کہ بعض گوشوں سے میری طلب جاری ہے۔ ایک ہمسایہ ملک[1] کی طرف سے گفتہ آید در حدیث دیگراں کے عنوان سے بعض مذہبی امور دآئین شرع کے سلسلہ میں مجھے یاد کیا جارہا ہے اور اس خدمت کے لئے کہ دینی و دنیاوی عام تعلیم میں کیوں کر انقلاب برپا کیا جائے اور کیا اصلاحی تجویز پیش کی جائے۔ میرا نام لیا جارہا ہے۔ لیکن ابھی تک میری طبیعت یکسو نہیں ہوئی ہے۔

وطن میں آیا تھا کہ گوشۂ عزلت کی زندگی نبھ سکتی ہے یا نہیں، مگر بعض بزرگوں کی متروک جائدادوں اور اعزار کے عناد وخلش نے یہاں بھی مطمئن ہونے نہیں دیا۔

دارالعلوم ندوۃ کی خدمت ہمیشہ سے زندگی کا مقصد رہا اور اب بھی اس کی خدمت سے انکار نہیں، مگر ندوۃ کے لئے، جو اس وقت سب سے ضروری

---

[1] جمہوریہ پاکستان مراد ہے۔

چیز مالی امداد ہے، یعنی بندوں کا جمع کرنا، میں اس کے لئے بیکار ہوں، پھر میری اقتصادی اور مع اہل وعیال کے قیام کی مشکل کا حل وہاں کوئی مجھے نظر نہیں آتے۔

غرض حالات نے قوت فیصلہ کو معطل کر رکھا ہے اور راستہ صاف نظر نہیں آتا سر دست حج کا سفر درپیش ہے اس کے انجام کے بعد شاید کوئی راہ انشراح قلب کے ساتھ نظر آئے

آج ۱۵ر جون ہے ۱۷ کو یہاں سے روانہ ہونا ہے، لکھنؤ اور اناؤ[۱] کی راہ سے بھوپال قبل رمضان تک پہونچنے کا خیال ہے، امید کہ بعض الجھنیں وہاں پہونچ کر دور ہوں گے

اگر آپ بھوپال کے پتہ سے مجھے اپنے مشوروں سے مستفید کر سکتے ہوں تو شکریہ

والسلام

سید سلیمان ندوی

مولانا سید مناظر احسن گیلانی

علامہ سید مناظر احسن گیلانی کا وطن گیلان (پٹنہ) صوبہ بہار تھا۔ آپ جلیل القدر عالم دین اور صاحب تصنیف بزرگ تھے ایک طویل مدت تک جامعہ عثمانیہ حیدرآباد میں صدر شعبہ دینیات رہے، قدیم وجدید کے جامع تھے "تدوین حدیث" اور "النبی الخاتم" آپ کی مقبول ترین کتابیں ہیں

---

[۱] اناؤ میں اس وقت سید صاحب کے داماد سید حسینی صاحب ڈپٹی کلکٹر کے عہدے پر فائز تھے۔ "ع"

مؤخر الذکر کتاب سیرت نبوی پر مؤثر کتاب مانی جاتی ہے، حضرت مولانا مدظلہ، علامہ مرحوم کو اپنا علمی سرپرست تصور کرتے تھے مرحوم کے حضرت مولانا سے بڑے گہرے روابط رہے ہیں۔

سنہ ۱۹۸۳ء میں آپ نے اس دار فانی سے کوچ فرمایا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ○

۸ر دسمبر سنہ ۱۹۵۳ء گیلانی (بہار)

جلیل الکرام البررہ اعزعزیز محترم مولانا سید ابوالحسن علی صاحب فاد فظکم اللہ کما یحب و یرضی

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

جی ہاں نوازش نامہ کے جواب ہی کی فکر میں تھا کہ اس دینی و علمی حادثہ[1] کی خبر نے دل و دماغ میں ہلچل ڈال دی، مرحوم نور اللہ ضریحہٗ کے ساتھ دل کے تعلق کی صحیح کیفیت کا علم اب ہوا، کافی مدت گزر چکی ہے۔ لیکن کوئی گھنٹہ بیداری تک کا ایسا نہیں گزرتا جس میں ان کا خیال سامنے نہ آجاتا ہو۔ اور خیال کیا کہنے کو کہہ سکتا ہوں کہ ان کا حلیف نہیں بلکہ شاید وہی سامنے آجاتے ہیں اس واقعہ کی توجیہ اب سمجھ میں آئی، آخری حج سے واپس ہونے کے بعد اپنے ایک مکتوب میں سید صاحب نے ارقام فرمایا تھا کہ میں مطاف کے سامنے بیٹھا ہوا تھا کہ اچانک میری نظر ہوئی کہ ”تو طواف کر رہا ہے“ خیال آیا کہ وہ آتا تو مجھ سے ضرور ملتا۔ آخر ماجرا کیا ہے میں خود ملنے کے لئے تیری طرف لپکا، لیکن دیکھا کہ تم غائب ہوگئے، پوچھا تھا کہ صوفیوں میں جو مشہور ہے،

---

[1] علامہ سید سلیمان ندویؒ کے سانحۂ ارتحال کی طرف اشارہ ہے مہم“

سر کعبہ میں نماز پڑھتے ہیں۔ کیا اسی طرح ظہور کی یہ شکل تھی؟ ان کا شاید یہی آخری گرامی نامہ تھا جواب میں عرض کیا گیا تھا کہ محبت کے یہ سارے کرشمے ہیں ورنہ کہاں سیاہ رو اور کہاں کعبہ کی نماز و طواف، پہلے تو ان کے اس رقیمہ وداد کو محفوظ کر دیا، لیکن خیال گزرا کہ بعد کو کسی کی نظر اس پر نہ پڑ جائے اور خواہ مخواہ کے وہم میں مبتلا ہو، دل کا بھی فیصلہ یہی ہوا کہ اس کو ضائع کر دیا جائے، جب تک وہ زندہ رہے اسی راز کو دل میں دبائے رہا۔ آج پہلی دفعہ آپ کے سامنے صرف اس لئے اس واقعہ کا اظہار کر رہا ہوں کہ اپنے حال سے سید صاحب مرحوم کے حال کی توجیہ سمجھ میں آئی ہے، ان ہی کے قلب انور کا یہ عکس ہے کہ غائب ہونے کے بعد حضوری کا شرف حاصل ہو رہا ہے، جو کچھ مجھ پر گزری ہے، سمجھتا ہوں کہ اسی قسم کا خیال ان پر بھی گزرا تھا، لیکن "الفضل للمتقدم"، اور اس کا بھی اندازہ ہوتا ہے کہ ان کی محبت غالب تھی کہ میرے مرنے سے پہلے اس حال کا تجربہ ان کو ہوا، میرے اندر جو کچھ پوشیدہ ہے اس کا بروز ان کی وفات کے بعد ہوا۔ غفر اللّٰہ لہ ورحمہ

اب، اس کے سوا دل کی تسلی کے لئے چارۂ کار ہی کیا ہے، کہنے والے نے کہا تھا۔

جمال ذی الارض کانوا فی حیاتہم
بعد الممات جمال الکتب والسیر

وفات کی خبر بھی عجب طرح سے ملی، گوشۂ خمول سے نکلنے کا سلسلہ قطعی طور پر منقطع ہے لیکن جس رات کو ان کا وقت موعود ان کے سر پر پہنچا اس کی صبح کو استھانوال جو بسنہ کے قریب ایک گاؤں ہے میلاد کی مجلس تھی

وہاں کے لوگوں کے شدید اصرار سے اسی مجلس مبارک کی شرکت کے لئے حاضر ہوا راستہ ہی تھا کہ ایک صاحب دسنہ کے ملے اور ہوش وحواس پر بجلی اس خبر کو سنا کر گرائی۔ بولے کہ رات ریڈیو سے دسنہ میں یہ خبر کراچی سے سنی گئی ہے۔ وہیں سر پکڑ کر بیٹھ گیا، واقعہ یہ ہے کہ اگر استھانواں جانا نہ ہوتا تو علی الصباح غالباً اس سے روانہ ہونے سے پہلے اس سانحہ فاجعہ سے آگاہ ہونے کی کوئی شکل میرے لئے نہ تھی اسی وقت جنون میں ایک مرثیہ بھی ٹوٹے ہوئے الفاظ میں خود بخود دل میں تموج پذیر ہوا کچھ اشعار تو اس کے اسی وقت کی مجلس میں سنائے گئے بعد کو اخباروں میں بھیج دیا۔

بہرحال آپ نے ایک ایسی مجلس[1] میں شرکت کی دعوت دی ہے کہ انکار کی گنجائش نہیں پاتا اور گنجائش آپ نے باقی ہی کب چھوڑی ہے، اسکے سوا اور کیا عرض کروں کہ صحت کے جس حال میں اس وقت ہوں اگر یہی حال باقی رہا کوئی خاص غیر معمولی بے ترتیبی اس میں پیدا نہ ہوئی تو حق سبحانہ وتعالیٰ کی توفیق کے بھروسہ پر یہ ارادہ کر چکا ہوں کہ جس طرح بھی ممکن ہو اس بابرکت مجلس میں شریک ہونے کی سعادت حاصل کر دوں، آپ خود یا کسی صاحب کو بھیجنے کی ہرگز ہرگز تکلیف گوارہ نہ فرمائیں، فقیر خود حاضر ہو جائے گا اور ایک آدمی کو اپنے ساتھ رکھ لے گا، ہاں اگر ممکن ہو تو اس سے مطلع فرمائیں کہ آخر یہ جلسہ عام پبلک کی طرف سے ہو رہا ہے، یا ذاتی طور پر آپ نے اس بار کو اپنے سر پر اٹھایا ہے، آپ نے اپنے نوازش نامہ

---

[1] ہم لوگوں نے ارادہ کیا کہ دارالعلوم ندوۃ العلماء کی طرف سے ایک ایسا سنجیدہ علمی اجتماع منعقد کیا جائے جسمیں سید صاحب کے مختلف علمی کمالات اور دینی و تصنیفی خدمات پر علمی مقالات پڑھے جائیں "ع"

ہیں اس فقیر کے متعلق جن غیر استحقاقی الفاظ کا استعمال فرمایا ہے ان کو پڑھ کر بے ساختہ آنکھوں سے آنسو نکل پڑے واقعہ یہ ہے کہ ان کی زندگی میں بھی اس کا اعتراف کرتا رہا ہوں ۔ اور اب تو مجسم اعتراف ہوں کہ ان کے فضائل و کمالات سے دور کی بھی نسبت میرے ہفواتی منثورات کو نہ تھی، قلم کے دائرے میں ان کی قلم کاریاں صدیوں تک ان شاء اللہ کام آئیں گی دنیا ان کی قدر و قیمت کا اب اندازہ کرے گی ۔ بہر حال چلئے سعید قلوب کے حسن ظن کو اپنی مغفرت کا ذریعہ سمجھتا ہوں ۔ بل الانسان علیٰ نفسہ بصیرۃ

اس فقیر کے متعلق جو عنوان قائم کیا گیا ہے مناسب ہے کچھ کہہ نہیں سکتا کہ اب کچھ لکھا بھی جائے گا یا نہیں اپنے مرثیہ میں ایک شعر یہ بھی لکھا تھا ۔

اپنی تحریروں میں خود میری نظر تجھ پر رہی

رائے کو تیری رہا دل کو ہمیشہ انتظار

یہ عجب بات ہے کہ اس نفسیاتی کیفیت کا انکشاف اب جو پھر ہوا قلم ہاتھ میں لیتا ہوں تو خیال آتا ہے کہ سید صاحب مرحوم کی نظر سے اب یہ بات نہ گزرے گی تو لکھنے کا فائدہ ہی کیا وہ کہیں ہوں کسی حال میں ہوں گوشہ خاطر عموماً ان کی طرف رہتا تھا، ان کی پاک اور آزاد روح کو خطاب کر کے دعوت دی ہے کہ آپ آئیے اپنے دار المصنفین کی بہاروں کا تماشہ کیجئے اسی سلسلہ میں ایک شعر یہ بھی تھا ۔

راہ میں آئے گا لکھنؤ اور دریا آباد بھی

ہیں جہاں تھامے کلیجے تیرے کچھ یاران غار

اور ہو دستہ جو آسما تو رہے اس کا خیال

ایک گیلانی میں بھی ہے آرزوؤں کا مزار

اپنے برادر اکبر محسنی و محترمی ڈاکٹر صاحب مدظلہ العالی کی خدمت میں فقیر کا سلام عرض کر دیجئے، مولانا عبدالباری اور مولانا نعمانی صاحبان کی خدمت میں بھی سلام عرض ہے،

آخر اس "کیفی" کو کہف سے گھسیٹنے کی ایک صورت نکل آئی۔

فقط والسلام

مناظر احسن گیلانی

سلالۃ الکرام البررۃ خیر اللحقۃ بالمھرۃ

عزیز محترم مولانا ابوالحسن سید علی صاحب

ایدکم اللہ بروح منہ، السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ،

خدا جانے وہ عریضہ آپ کو مل گیا تھا یا نہیں، جو آپ کے نوازش نامہ کے جواب میں فقیر نے لکھا تھا؟

چند دن ہوئے آپ کا ہدیہ سنیہ..... صرف رسید بھیج رہا ہوں خدا جانے، شاید تفصیل پھر کبھی عرض کر دوں

کاش کچھ بھی قوت واپس مل جائے۔

فقط

مناظر احسن گیلانی۔

سلالۃ الکرام البررۃ خیر اللحقۃ بالمھرۃ رجار قلوب الاحباب

ایدکم اللہ بروح منہ وینصرکم نصرا موزرا

بڑی مسرت اس بات سے بھی ہوئی کہ مسلمانوں کی نئی پود کے متعلق آپ پہلے آدمی ہیں۔ جن کے قلم سے میری آنکھوں نے وہی لکھا ہوا پایا جس کا برسوں سے انتظار کرتا رہا ممکن ہے کہ یہی نقطہ نظر دوسرے ارباب فکر و بصیرت کا بھی ہو لیکن جن جچے تلے الفاظ میں اپنے احساسات کا اس سلسلہ میں آپ نے اظہار فرمایا ہے

خاکسار تو نکتہ چینیوں سے اتنی جرأت بھی نہیں کر سکتا۔

قالب و قلب میں اختلاف کی یہ صورت جب پیش آجاتی ہے تو قلب ہی پر زیادہ نظر رکھنے کی ضرورت ہوتی ہے میرے خیال میں تو قالب و قلب یا ظاہر و باطن کے اختلاف کی یہ شکل اسلامی تاریخ میں نئی نہیں ہے، آغاز تو عہد صحابہ ہی میں معلوم ہوتا ہے کہ ہو چکا تھا۔ عمامہ پر "عقاب" لگا کر مدینہ میں داخل ہونے کا واقعہ کیا آج کا ہے۔ اور "پر عقاب" ہی کا کیا؟ خز کے استعمال کی کثرت کے ساتھ ساتھ خود مدینہ منورہ کے باشندوں میں تابعین و تبع تابعین ہی کے عہد سے جو تبدیلیاں، لباس میں، وضع میں، قطع میں، رہنے سہنے کے طریقوں میں مسلسل ہوتی رہی تاریخ ان کی شہادتوں سے معمور ہے، لیکن قلب اگر درست ہے تو قالب کی ان تبدیلیوں پر اکابر برداشت ہی کرتے چلے آرہے ہیں۔

اخوان شام کے دینی جوش و خروش، اخلاص و صداقت، النصح للہ و لرسولہ و للمؤمنین کے جن قلبی خصوصیتوں کا آپ نے ذکر فرمایا ہے اس کو جانتے ہوئے صرف قالب کے مطالبات میں ان کی کوتاہیاں اپنا خیال تو یہی ہے کہ درگذر کے قابل نہ بھی ہوں لیکن قول لین کا مستحق ان کو ضرور بنا دیتا ہے، ہمارے علماء اگر فظاظت و غلظت ہی سے اس سلسلہ میں کام لینا ضروری قرار دیں گے تو کیسے کہا جا سکتا ہے کہ قرآن کا نص محکم (لا نفضوا من حولک) کی شکل بھی ان کے سامنے نہ آئے۔

لا حول و لا قوۃ الا باللہ! چند سطروں کا لکھنا بھی جس کیلئے دشوار تھا جوش انبساط و نشاط میں خدا جانے اس نے کیا لکھ مارا، میری بادہ طرازیوں کو معاف فرمائیں گے۔ علالت طویلہ کے اس سلسلہ میں جو مہینوں ہی نہیں برسوں سے اپنے احاطہ میں لئے ہوئے رہی، نہ دماغ ہی کو قابو میں رکھا ہے

اور نہ دل ہی کو،

واقعی آپ کا وجود مسعود اس وقت کم از کم میرے لئے تو سراسر رشک وغبطہ بنا ہوا ہے خیال شام کے ان مناظر کا ایک طرف ستاتا ہے جنکی تفصیل کرد علی صاحب کے خطط الشام میں پڑھ چکا ہوں اور دھیان ان اسلامی تعمیرات کی طرف منتقل ہوتا ہے، جنہیں عمر بن عبدالعزیز جیسے بزرگوں نے اسلئے باقی رکھا کہ وہ غیظ القلوب الکفار نظر آتے ہیں سب سے زیادہ تڑپ دل میں ان کتابوں کی پیدا ہو رہی ہے جن سے شام کے کتب خانے پٹے پڑے ہوں گے، شیخ الاسلام ابن قیم وابن تیمیہ رح علامہ ذہبی السبکی کے وطن میں جو کچھ مل رہا ہو اسے ملنا ہی چاہیئے "یوم المحاضرۃ" کے بعد تو حضرت عبر آپ کا ان ہی چیزوں کے سیر و تماشے میں بسر ہوتا ہوگا

معلوم نہیں کہ دول الاسلام ذہبی کا مکمل نسخہ اور مرآۃ الزمان ابن الجوزی السبط کی طباعت کا انتظام کیا گیا ہے یا نہیں؟ جی چاہتا تھا کہ مرنے سے پہلے کم از کم دونوں کتابوں کے مطالعہ کا موقع دیا جاتا ابن عساکر کی تاریخ دمشق خدا جانے مکمل ہو کر بازار میں آگئی یا نہیں میرے پاس تو صرف ابن بدران کی تلخیص کی ساتویں جلد تک ہے۔

کیسی عجب بات ہے کہ دو مختلف وادیوں کے شیخ یعنی شیخ الاسلام ابن تیمیہ اور شیخ الاکبر ابن عربی دونوں کے لئے دمشق میں جگہ نکل آئی اس زمانہ میں شیخ الاسلام کے عقیدت مندوں کی تو کافی اہمیت ہوگئی کیا بیچارے شیخ الاکبر کی اکبریت کو باقی رکھنے کے لئے بھی کوئی [illegible] کردیا گیا ہے۔ ابن تیمیہ اور ان کے تلامذہ راشدہ کی کوئی غیر مطبوعہ نادر کتاب آپ کی پسند کی کیا ملی؟ ان بزرگوں کے لئے تو یورپ کے عنصری مذاق کے

رو سے چاہئے تھا کہ الگ ملک سوسائٹیاں شام میں بن جاتیں، جو ان کی اصل کتابوں کو بھی شائع کرتیں اور ان کے علمی ونظری اختراعات وتحقیقات پر کام کرتیں، یہ اور اسی قسم کے دساوس واوہام میں اپنے بستر علالت پر دو ڈھائی سال سے کروٹیں بدل رہا ہوں، آپ نے "الجامعۃ السوریۃ" کے ساتھ مرحوم الجامعۃ العثمانیہ کا ذکر چھیڑ دیا نہ پوچھئے کہ دل پر کیسی بجلی کوند گئی، اس دائرۃ المعارف غریب کی جو درگت اس زمانہ میں بن رہی ہے۔ خون کے آنسو اہل علم ونظر سے دلوا رہی ہے باضابطہ رکن اس وقت اس ادارے کا ہوں، لیکن دفتر سے کوئی چیز میرے پاس نہیں آتی، باہر سے خبریں دینے والے بلاتے ہیں۔ آجاتے تو بہت سے فتنوں کا علاج ہو سکتا ہے، لکھ دیتا ہوں کہ دوسرے عالم کے کوچ کی تیاریوں میں جو مصروف ہے، اس کے متعلق صرف آخری خبر کا انتظار کیجئے، معلوم نہیں کہ "نزہۃ الخواطر" کی جلدیں آئندہ طبع ہوئیں یعنی تیسری جلد کے بعد میں کوئی خبر نہ ملی، کاش! آپ واپس لوٹ کر دائرۃ المعارف کے نازک مسئلہ کی طرف بھی کچھ توجہ مبذول فرماتے، سارے ہندوستان میں آپ ہی کی تنہا ذات ہم جانے والوں کی مراد درجات قلب ہے۔ بزرگان واخوان شام کی خدمت میں سلام پیش ہے، علامہ بہجۃ البیطار آج کل کہاں ہیں، کس شغل میں مصروف ہیں، کرد علی صاحب کی کتابوں سے کافی مستفید ہوا ہوں، ان کی مجلس علمی تو یقیناً زندگی کے اس موڑ میں زیادہ زندہ ہو گئی ہو گی۔ مصنف عبدالرزاق پر ہمارے ایک صاحب ڈاکٹر یوسف الدین کام کر رہے ہیں، یاس ونامرادی کے اس عہد میں بھی اس کتاب کی اشاعت میں دلچسپی لینے والے حضرات افریقہ میں اٹھ

کھڑے ہوئے ہیں، پچیس ہزار روپے خاکسار کی تحریک پر منظور فرمایا ہے۔

فقط

(مولانا مسعود عالم ندوی)

مولانا مسعود عالم ندویؒ کی پیدائش ۱۹۱۰ء میں ہوئی آپ کا شمار جماعت اسلامی کے اہم ارکان میں ہوتا ہے جس سے متعلق رہ کر آپ نے اہم دینی و علمی خدمات انجام دیں۔

عربی زبان و ادب ان کا خاص مضمون تھا، مولانا مرحوم ندوۃ العلماء میں حضرت مولانا کے معاصر تھے چنانچہ حضرت مولانا دامت برکاتہم سے بڑے گہرے روابط رہے ہیں۔

۱۹۵۴ء میں آپ نے اس دارِ فانی سے کوچ فرمایا۔

محب گرامی!

سلام فراوان

آپ کے عنایت نامے رہائی کے بعد نظر سے گزرے، محبت و اخلاص کے نقوش اور گہرے ہو گئے، اللہ تعالیٰ آپ کو خدمت دین کے زیادہ سے زیادہ مواقع عطا کرے، مجھ فقیر کے لئے یہ بس ہے کہ ایک پاکباز نوجوان سیّد کے دامنِ الفت سے وابستہ ہے

دوسرا خط بھی مل گیا شکریہ پر شکریہ! کیا گرفتاری کیا رہائی، سیرت نگاری کرتا رہا، مولوی جعفر تھانیسری اور مولانا یحییٰ علی کی مشقتوں کے مقابلہ میں یہ میٹھی میٹھی اور بی کلاس کی آسائشیں کس شمار میں ہیں؟ حاشا کہ ابتلاء کو دعوت

لہ تحریک ختم نبوت کے سلسلہ میں مولانا مسعود عالم ندوی کو نظر بند کیا گیا تھا اسی کی طرف اشارہ ہے۔ م

نہیں دیتا، اور نہ اس مریض ناتواں میں برداشت کی طاقت ہے، پر یہ تنہائی جچی نہیں، بس سیاسی زبان میں زیارت (یاترا) ہو گئی۔ جھجک تو الحمدللہ کبھی نہیں تھی سابق اگر کچھ چھپی چھپائی ہو گی تو وہ بھی دور ہو گئی۔

اس تنہائی میں کچھ حدیث پڑھ لی، اللہ کرے یہ سلسلہ جاری رہے۔

کل لاہور جا رہا ہوں۔ پھر کبھی اطمینان سے۔"

والسلام

عاجز مسعود (۱۶/۱۲/۷۲ء)

حکیم الامت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی

حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی کا مولد تھانہ بھون ضلع مظفر نگر (یوپی) ہے، آپ کی پیدائش ۱۹/ مارچ ۱۸۶۳ء کو ہوئی۔

مولانا تھانوی مربی روحانی، خوش بیان خطیب اور کثیر التصانیف مصنف تھے آپ نے کم و بیش ایک ہزار کتابیں تصنیف کی ہیں، جسمیں، بیان القرآن اور بہشتی زیور نمایاں درجہ اور شہرت رکھتی ہیں، مولانا تھانوی حاجی امداد اللہ مہاجر مکی سے بیعت تھے، چنانچہ آپ کی ذات سے سینکڑوں عوام و خواص نے فیوض و برکات حاصل کئے ہیں اور آپکے مواعظ سے ہزاروں انسان نے فیض پایا ہے

۱۸/ جولائی ۱۹۴۳ء میں آپ کا انتقال ہوا۔

مشفق مکرم مولوی علی ابوالحسن صاحب سلمہ

بتوسط جناب ڈاکٹر سید عبدالعلی صاحب سلمہ

۳۷۔ امین آباد لکھنؤ

مرسلہ، اشرف علی از تھانہ بھون۔

بخدمت منبع الکمالات زید لطفکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ،

فرحت نامہ پہنچا، ہر ہر حرف حیات بخش تھا، جزاکم اللہ علی ہذہ المحبۃ آپ کے صدق وخلوص وسلامتِ فہم کے اثر سے میری طبیعت بھی دفعۃً آپ سے بے تکلف ہوگئی اس لئے آپ سے کسی امر کا اخفا نہیں چاہتا، اس کے تحت میں اتنا اور عرض کرنے کی ہمت کرتا ہوں کہ .... کا اختلاف اس وقت تک آپکو علمی اور اجمالی ہی معلوم ہے کیونکہ ان کو دیکھا ہے مجھ کو نہیں دیکھا۔ مجھکو دیکھنے کے بعد اس اختلاف کا علم تفصیلی ہوگا۔ اور علم سے متجاوز ہوکر جذبات واخلاق کے متعلق بھی اس وقت مجھ کو قوی توقع ہے کہ میرے ساتھ جو حسنِ ظن ہے اس بار سے قلب ہلکا ہوجاوے گا۔ جس سے راحت ہوگی، والغیب عند اللہ

حضرت خلیفہ صاحب[۲] کے پیام وسلام سے ان کی یاد تازہ ہوگئی اللہ تعالیٰ ان کے برکات میں تضاعف فرماوے، باقی آپ کے لئے دعا کرتا ہوں اور دعا چاہتا ہوں، جس کا صیغہ مدت دراز سے یہ تجویز کر رکھا ہے۔

اللّٰھم کن لنا واجعلنا لک[۱]"

والسلام

۱۴ر جون ۱۹۳۴ء

حضرت مولانا شاہ وصی اللہ صاحب

مولانا شاہ وصی اللہ موجودہ دور کے اکابر اولیاء اللہ میں سے تھے

---

[۱] خاکسار نے اپنے عریضہ میں مولانا سے دعا کی درخواست کی تھی اور کسی خاص مقصد کا تعین نہیں کیا تھا بلکہ لکھا تھا کہ اہل مکۃ ادری بشعابہا (مکہ کے باشندے اسکی گلیوں سے خوب واقف ہیں "

[۲] حضرت خلیفہ غلام محمد صاحب دینپوری مراد ہے جو اس عہد کے مشائخ کبار میں سے تھے سلسلہ قادری تھا اور قیام دین پور میں رہتا تھا جو خان پور ریاست بہاول پور کے مضافات میں سے تھا تمام بزرگان وعلمائے دیوبند ان کا بڑا احترام کرتے تھے " ع "

فتح پوتال ترجا ضلع اعظم گڑھ آپ کا وطن تھا۔
ابتدائی تعلیم جامع العلوم کانپور میں حاصل کی، بعد ازاں دار العلوم دیوبند میں داخل ہو کر دورۂ حدیث کی تکمیل فرمائی۔
آپ حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانویؒ کے اجل خلفاء میں تھے۔
۲۲ر شعبان ۱۳۸۷ھ کو سفر حج کے دوران پانی کے جہاز میں وفات پائی۔

حبیبی و محبی سلّمہ اللہ تعالیٰ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مکرمت نامہ نے شرف صدور بخشا، باعث ازدیاد محبت و خلوص ہوا، جو حضرات اہل علم میرے پاس آمد و رفت فرماتے ہیں، ان میں غالباً سب سے زیادہ قلب کا رجحان جناب کی طرف ہوتا ہے۔ ارقام فرمایا ہے کہ جس اہم و مبارک موضوع کی طرف توجہ دلائی ہے وہ میری اصلاح و تعلیم کے لئے بہت مفید تھی، ہم لوگوں نے اس موضوع و مضمون کو بالکل فراموش و نظر انداز کر دیا ہے اس کو پڑھ کر بے ساختہ یہ شعر پڑھنے کو جی چاہتا ہے۔

لگ چلا تھا دل قفس میں پھر پریشاں کر دیا
ہمسفیر و تم نے پھر ذکر گلستاں کر دیا

اب میں جناب سے اجازت چاہتا ہوں، کچھ عرض کرنے کی، بعد آنے اجازت نامہ کے قدرے تفصیل سے عرض کروں گا۔

والسلام

وصی اللہ عفی عنہ"

مولانا حیدر حسن خانصاحبؒ

مولانا حیدر حسن خاں کی ولادت ریاست ٹونک راجپوتانہ میں ۱۸۶۴ء کو ہوئی ابتدائی تعلیم اپنے برادران مفتی محمد حسن خاں اور مولانا محمود حسن خاں

مصنف (معجم المصنفین) و دیگر علماء سے حاصل فرمائی اور لاہور کا سفر اختیار کیا جہاں مدرسہ نعمانیہ میں داخل ہو کر مولانا غلام احمد صاحب نعمانی سے علوم عقلیہ و نقلیہ میں کامل دسترس حاصل کی۔ بعد ازاں سہیل یمانی شیخ حسین بن محسن انصاری کے درس میں شرکت فرمائی۔

آپ دار العلوم ندوۃ میں ایک طویل مدت تک درس حدیث دیتے رہے حضرت مولانا نے مولانا مرحوم سے فن حدیث میں استفادہ کیا ہے ۱۳ رمئی ۱۹۴۲ء کو آپ کا انتقال ہوا۔

عزیزی سلمہ اللہ تعالیٰ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

الحمد للہ خیریت ہے، جواب میں تاخیر ہوئی، معاف کیجئے، امید ہے انشاء اللہ تعالیٰ مجھ کو نہ بھولو گے، الاصلاح[1] کی کوئی کتاب میرے پاس نہیں ہے۔ منظفر صاحب[2] نے فہرست بنا کر کتابیں رکھی تھی دعا کیجئے، اب تو جس قدر عمر ہے، آ زار ہی ہے، اسی فکر میں رہتا ہوں، اسی کی سعی میں رہتا ہوں اللہ تعالیٰ قبول فرمائے، ہر چیز کی حد ہوتی ہے۔

رئیس احمد صاحب[3] کو میں نے لکھا تھا، پچیس[4] مجھ کو روانہ کر دیجئے باقی علی میاں کو لکھنؤ روانہ کر دیجئے، میاں عبد الستار ملتانی سے شرح لیکر

---

[1] طلبہ دار العلوم کی انجمن "الاصلاح"، جس سے متعلق ایک کتبخانہ بھی ہے " ع "

[2] مولوی سید منظفر حسین ندوی کاشمیری جو اس وقت دار العلوم کے مدرس تھے " ع "

[3] مولانا رئیس احمد جعفری ندوی کثیر التعداد کتابوں کے مصنف اور مولانا کے عزیز شاگرد " ع "

[4] یعنی رسالہ "حجاب فی الاسلام" کے ۲۵ نسخے جو مولانا کی تصنیف ہے " ع "۔

زبیر میاں کو .... دے دینا ۱۶ر مئی کو ٹونک آدیں گے۔

میاں عبد السلام سے بہت جلد خط لکھوا دیجئے، تعطیل ہونے والی ہے، پھر صحیح پتہ دیں تاکہ خط لکھتا رہوں، مولوی نجم الدین صاحب کو میرا اسلام کہہ دو، حلیم صاحب بالکل چپ ہو گئے، یاد ہی نہیں کرتے۔ میاں! میری تاخیر سے آپ تاخیر نہ کریں۔ ناظم صاحب کی خدمت میں اور مولوی عبد الغفور صاحب کی خدمت میں میری طرف سے السلام علیکم عرض کرو، مولوی عبد الغفور کی بہت یاد آتی ہے۔

خاکسار

حیدر حسین "

شیخ خلیل عرب

شیخ خلیل عرب مرحوم کے آباء واجداد ملک یمن سے ہندوستان آئے تھے اور بھوپال کو جو اس وقت بھی علم وفن کا مرکز تھا۔ اپنا وطن بنالیا تھا، ان کے جد امجد شیخ محسن انصاری حدیث کے زبردست عالم تھے آپ کی پیدائش اس قابل فخر خاندان میں ۱۳۰۴ھ کو ہوئی۔

محترم عرب صاحب کی مکمل تعلیم ندوۃ العلماء لکھنؤ میں ہوئی۔

لکھنؤ یونیورسٹی میں سالہا سال عربی کے استاد کی حیثیت سے عربی زبان وادب کی تعلیم دیتے رہے، بعد میں دار العلوم ندوۃ میں مستقل استاد ادب بن گئے حضرت مولانا دامت برکاتہم نے عربی زبان وادب میں ان ہی سے فیض حاصل کیا ہے۔

جمعہ ۲۶ر اگست ۱۹۶۶ء میں آپ کا انتقال ہوا۔

ل ابو حمزہ سید محمد زبیر صاحب برادر اکبر مولانا سید طلحہ صاحب رح "

۱۰ ر شوال ۱۳۸۳ھ

عزیز محترم مولانا ابوالحسن علی صاحب، اطال اللہ بقاءہ واعز ایامہ وتمتع المسلمین بعلومہ۔ عدا التصوف[1] (آمین) السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

ایک بجے دوپہر ہی میں ہارا تھکا گھر پہنچا، آپ کا خط پڑھ کر شادمانی کا وہ عالم تھا جس کی مثال زندگی میں نہیں ملتی!! ستر کے قریب قافلۂ عمر پہنچ چکا ہے، کیا خبر کب وقت آجائے، بہرحال ہم آپکے بھائی سے ملنے والے اور باپ کو دیکھنے والوں میں ہیں۔ اسی کے پاس ولحاظ سے کبھی ایک دن کے لئے آجائیے۔

عرب یعنی ممالک اسلامیہ کا پاسپورٹ "کتاب التقاسیم والانواع" کی تلاش کے لئے لے چکا ہوں، انشاء اللہ آخر شوال تک روانگی کا ارادہ ہے اگر خدا نے کامیاب کردیا تو انشاء اللہ ذخر دارین ہے۔ علی میاں! مجتہد گر کتاب ہے الجامع الصحیح حضرت امام رضی اللہ عنہ، کے تفقہ کی دلیل ہے، ایک ایک حدیث سے تیس تیس چالیس چالیس مسائل ایک ایک لفظ کی کردوٹں سے استنباط فرماتے ہیں اور اس پر پچاس پچاس ساٹھ ساٹھ تفاریع اپنی روایات سے لاتے ہیں۔

رقیہ سلمہا[2] بحمد للہ بعافیت ہیں دعا یۂ دین مشغلۂ لیل ونہار ہے اللہ تعالیٰ نے ہزارہا خدا کی بندیوں کی ورطۂ بدعات وشرک سے نجات دلائی کراچی ومضافات میں ان کے کام نے اہمیت حاصل کرلی ہے۔ بحمد للہ اپنی ہیئت وحالت میں دوسری

---

[1] یعنی اللہ تعالیٰ ان کے علوم سے متمتع فرمائے بجز تصوف کے ہمارے استاذ خلیل عرب صاحب تصوف کے قائل نہ تھے، نہ اس سے ہمارے اشتغال کو پسند کرتے تھے اگرچہ خود ایک شیخ الطریقت شاہ وارث حسن صاحب کی مجلس سے بہت متاثر ہوئے تھے، اخیر میں "تذکرہ مولانا فضل رحمٰن" پڑھ کر تصوف سے کچھ وحشت کم ہوئی۔ "ع"

[2] بڑی صاحبزادی رقیہ بنت خلیل "ع"

باپ کا نمونہ ہیں شفقت میں، لاپرواہی میں، غذا میں غرض ہر بات میں اللہ قبول فرمائے
علی میاں! یہ خیال کرکے لرزہ براندام ہوجاتا ہوں کہ ابوطالب نے حضور اقدس (صلی اللہ علیہ وسلم) کی نازیبرت حفاظت و خدمت کی، انکی نامقبولیت دیکھو شفیع الامم فرمائیں کہ چچا جان کان میں لاالہٰ الااللہ کہہ دو لیکن حسرتناکی جواب ملتا ہے اور انّ اللّٰہ غنی عن العٰلمین کی تفسیر سامنے آجاتی ہے۔

رقیہ، عطیہ، محمد یحییٰ سلام عرض کرتے ہیں۔

آپ کا سچا مخلص

خلیل بن محمد عرب

مولانا حبیب الرحمٰن خاں شروانی

مولانا حبیب الرحمٰن خاں شیروانی بھیکم پور ضلع علی گڑھ کے رہنے والے تھے، مولانا حیدرآباد دوریاست کے صدر الصدور اور امور مذہبی کے مشیر اعلیٰ تھے آپ علم وفضل کے نمونہ کامل اور ایک صاحب طرز ادیب تھے۔

دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ کے اہم ارکان میں سے تھے، حضرت مولانا مدظلہ کے خاندانی بزرگوں بالخصوص آپ کے والد نامدار مولانا سید عبدالحیؒ (سابق ناظم ندوۃ العلماء لکھنؤ) سے قلبی تعلق تھا۔

جمعہ ۱۱ اگست ۱۹۵۱ء کو آپ کا انتقال ہوا۔

۱۰ محرم الحرام ۱۳۵۹ھ

گرامی قدر سلمہٗ اللہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

عزیزی مولوی سید سلیمان ندوی صاحب نے "الندوۃ" میں ندوۃ العلماء

کی تاریخ ہے کہ پہلے صفحہ پر مضمون لکھ کر اگلی صحبتوں کی یاد تازہ کردی ہے وہ یاد جو اپنے اندر ایک عالم حسرت رکھتی ہے سے

صحبتیں اگلی مصور ہمیں یاد آئیں گی
کوئی دلچسپ مرقع نہ دکھانا ہرگز (خواجہ حالی مرحوم)

اسی مضمون میں بتایا ہے کہ اس سلسلہ کا رابطہ اور روحانی مرکز سے بندھا تھا، جس کا نام نامی حضرت مولانا فضل رحمٰن صاحب مجددی گنج مرادآبادی تھا مشرق و مغرب کے یہی دونوں مطلع تھے، جس سے ندوۃ العلماء کا آفتاب طلوع ہوا۔ مغربی مطلع کا ذکر مولوی صاحب کے مضمون میں بہت کچھ آچکا ہے مشرقی مطلع کا ذکر اپنی ایک پرانی تحریر کے ذریعہ سناتا ہوں آج سے ۴۵ برس پہلے لکھی گئی تھی۔

میں اس زمانے میں آگرہ کالج میں پڑھ رہا تھا، وہیں سے گنج مرادآباد حاضر ہوا تھا، ۲۲ رجب کو حاضر خدمت بابرکت ہوا۔ ۲۵ رجب کو آگرہ واپس جا کر یہ یادداشت لکھی تھی۔ اور ایک بات لکھی تھی، جب میں نے اپنے یہاں کی قلمی کتابوں کی فہرست ختم کی تو اس کی خوشی میں ایک پرانا مضمون حاضری پانی پت پر نقل کر کے "معارف" میں شائع ہونے کے لئے بھیجا، جو شائع ہوا۔ اور موثر ٹھہرا۔

اب "الندوۃ" کے دوبارہ اجراء کی خوشی میں ایک قدیم تر تحریر آپ کو بھیج رہا ہوں، پسند ہو تو "الندوہ" میں شائع کیجئے، رسید آئے تو اطمینان ہو جائیگا

حبیب الرحمٰن

گرامی قدر سلمہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

"الندوۃ"[1] کا خیال دل ودماغ دونوں میں رہیں، موقع کا انتظار ہے اس

---

[1] الندوۃ کے دوبارہ اجراء کی طرف اشارہ ہے۔ "م"

زمانے میں دارالمصنفین کی خدمت جاری رہی۔ کاتب سے اجازت کی ضرورت ہے یہی میں نے مولوی سید سلیمان ندوی سے کہا ہے۔

الحمدللہ بخیریت ہوں۔ آپ سب کی خیریت کا آرزومند ہوں۔

حبیب الرحمٰن

حبیب گنج۔ ۳۰ر شعبان ۱۳۶۰ھ

مولانا شاہ معین الدین صاحب ندوی رح

مولانا شاہ معین الدین ندویؒ کی پیدائش ۱۹۰۳ء کو ہوئی۔

دارالعلوم ندوۃ العلماء کے اہم ترین فضلاء میں آپ کا شمار تھا، شاہ صاحب مرحوم ایک اہم مصنف اور کہنہ مشق ادیب تھے جس کا اندازہ ماہنامہ معارف سے لگایا جا سکتا ہے جو اپنے علمی و ادبی مقام کے لحاظ سے ہندوستان کا واحد ماہنامہ ہے، علامہ سید سلیمان ندویؒ کی وفات کے بعد آپ ایک لمبی مدت تک بحیثیت ناظم دارالمصنفین کی خدمت انجام دیتے رہے "حیات سلیمانی"، "دین رحمت" اور "تاریخ اسلام"، آپ کی اہم تصانیف ہیں۔

حضرت مولانا کے محب صادق اور آپ کی دینی و علمی خدمات سے بہت ہی متاثر تھے، جمعہ ۱۳ر دسمبر ۱۹۷۴ء میں آپ کا انتقال ہوا۔

عزیز گرامی!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔

حضرتؒ مولانا رائے پوریؒ کے سانحہ ارتحال کی خبر اخبارات سے ملی تھی، آپ کو

ؒ مراد حضرت مولانا عبدالقادر رائپوری رحمۃ اللہ علیہ ہے جو اپنے وقت کے مشائخ کبار میں سے تھے۔ حضرت مولانا دامت برکاتہم ان ہی کے خلیفۂ مجاز ہیں۔ م م

خط لکھنا چاہتا تھا، مگر آپ پاکستان میں تھے۔ اور وہاں کا پتہ معلوم نہ تھا یقین ہے کہ اب واپس آ گئے ہوں گے اس لئے لکھنؤ لکھ رہا ہوں۔

یہ حادثہ کوئی غیر متوقع نہیں تھا۔ ایک تو عمر شریف۔ پھر پیرانہ سالی کے عوارض مگر آفتاب جب بھی غروب ہوتا ہے، تاریکی پھیلنا لازمی ہے اب ایسے نفوس قدسیہ کتنے رہ گئے ہیں، جن کے دم سے اسلام کی روحانی شمع روشن تھی۔

حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے مدارج و مراتب کا اصل اندازہ تو وہی لوگ کر سکتے ہیں جن کو ان کی صحبت اور ان سے استفادہ کی سعادت حاصل ہوئی ہو۔ لیکن انکی عظمت و جلالت کے لئے ان کے دامنِ تربیت سے آپ جیسی شخصیت پیدا ہوئی اب غالباً اس سلسلۃ الذہب میں اس درجہ کی کوئی شخصیت باقی نہیں رہی اس حادثہ کا اثر جو آپ پر ہوگا وہ ظاہر ہے یہ تنہا آپ کا نہیں بلکہ دنیائے سلوک و تصوف کا بہت بڑا حادثہ ہے۔

مگر یہ مقام شکر ہے کہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ اپنے ایسے خلفاء و متوسلین چھوڑ گئے ہیں کہ ان کے بعد بھی ان کا روحانی فیض باقی رہے۔

یا الٰہی تا ابد قائم یہ میخانہ رہے

اس موقع پر خواجہ عزیز الحسن مجذوبؒ کے کچھ اشعار جو انہوں نے غالباً اپنے مرشد کی وفات پر کہے تھے، بے اختیار زبان قلم پر آ گئے، ان کا نقل کر دینا شاید مناسب حال ہوگا۔

ہجر کی شب ہے شب تار، یہ کیا ہے عجب — تارے ہیں روشنی نہیں چاند ہے چاندنی نہیں
شیشہ ہے جام ہے، نہ خم وصل کی رونقیں ہیں گم — لاکھ سجا رہے ہو تم۔ بزم ابھی سجی نہیں
جائیں بچشم نم کہاں اب وہ بزم جم کہاں — پہلے سا اب کرم کہاں زلف یہ زلف ہی نہیں
بیٹھا ہوں میں جھکائیں سر نیچے کئے ہوئے نظر — بزم میں سب ہی مگر وہ جو نہیں تو کچھ نہیں

اے مرے باغ آرزو کیسا ہے باغ ہائے تو — کلیاں تو گو ہیں چار سو کوئی کلی کھلی نہیں
دل میں لگائے اسکی لو کردے جہاں میں نشر ضو — شمعیں تو جل رہی ہیں سو بزم میں روشنی نہیں

(مولانا۔ شاہ معین الدین ندوی)

ڈاکٹر ذاکر حسین خاں

ڈاکٹر ذاکر حسین خاں ـــــ کو حیدرآباد میں پیدا ہوئے مسلم یونیورسٹی علی گڑھ اور جامعہ ملیہ میں تعلیم حاصل کی، مزید تعلیم حاصل کرنے کیلئے جرمنی تشریف لے گئے۔ اور ڈاکٹریٹ کی ڈگری لے کر ہندوستان لوٹے، ڈاکٹر صاحب مرحوم اردو کے صاحب طرز ادیب تھے، خدا نے ان کو سیاسی عظمت سے بھی نوازا چنانچہ وہ ہندوستان کے تیسرے صدر جمہوریہ بنائے گئے۔

ساتھ ہی شریعت کے سخت پابند تھے، مختلف دینی امور کے سلسلہ میں حضرت مولانا کے شریک کار رہے

۳ مئی ۱۹۶۹ء کو انتقال فرمایا۔

دفتر شیخ الجامعہ، جامعہ ملیہ اسلامیہ

جامعہ نگر۔ ۱۰ مئی ۴۲ء

محب محترم۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ'

رخصت ہوتے وقت جو گفتگو میوات میں ایک مرکز کے قیام کے متعلق ہوئی تھی، اس کا سلسلہ جاری رہا۔ شیخ الحدیث اور مولوی احتشام الحسن صاحب سے گفتگو ہوئی، پھر اتوار کے دن قریشی صاحب اور ملک وزیر علی صاحب کے ہمراہ نظام الدین حاضر ہوئے اور مفصل گفتگو کے بعد یہ طے پایا کہ اب تو یہ کام اللہ کا نام لے کر شروع کر دیا جائے، بس بسم اللہ کیجئے، ضروری یہ ہے کہ

آپ چند روز کیلئے تشریف لے آئیں اور ہم چند لوگ میوات چل کر بعض مقامات دیکھ لیں اور فیصلہ کریں کہ مرکز کہاں آسکیں اسکے بعد کارروائی شروع کر دی جائے، قریشی صاحب نے دو سال کے جملہ مصارف اٹھانے کا وعدہ فرمایا ہے۔ غالباً مولوی احتشام الحسن صاحب نے بھی آپ کو خط لکھا ہوگا، اولین فرصت میں اس بات میں کچھ کر ڈالئے، اس نیک کام کو انجام دینے کی سعادت آپ ہی سے مخصوص معلوم ہوتی ہے، مبارک ہو۔

والسلام

مخلص۔ ذاکر حسین۔

راج بھون پٹنہ

۱۷ر اکتوبر ۵۹ء

محب محترم۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔

حضرت مولانا فضل الرحمٰن گنج مراد آبادی کا تذکرہ جو غالباً آپ ہی نے ازراہ کرم بھجوایا ہے۔ ملا۔ یاد فرمائی کا شکریہ کیسے ادا کروں، تذکرہ جس وقت ملا، اسی وقت پڑھنا شروع کر دیا۔ اور جب تک ختم نہ کر دیا اسے ہاتھ سے الگ نہ کیا، عشق دوستی اور اتباع سنت کا ایسا مجموعہ کہاں ملتا ہے، اس مختصر رسالہ کو پڑھ کر ایسا لگا کہ مجھے حضرت کی خدمت میں شرف باریابی حاصل ہو گیا ہو، آپ اس سے زیادہ کیا کر سکتے تھے۔ آگے اپنی کتاب چھپی بھی بہت اچھی ہے، اور غلطی بھی کوئی نظر سے نہیں گزری۔

ہاں آپ نے صفحہ ۸۳ پر لکھا ہے کہ "قرآن مجید کی کچھ سورتوں اور حصوں کا ترجمہ

لہ حضرت مولانا کی تصنیف "تذکرہ مولانا فضل الرحمٰن" کی طرف اشارہ ہے۔ "م"

فرمایا تھا، جو ایک بار گلشن ابراہیمی پریس لکھنؤ سے شائع ہوا تھا، اور اب نایاب ہے، اس کا نسخہ کہیں سے حاصل ہو سکتا تو بہت اچھا تھا، اس لیے کہ ترجمہ کے جو نمونے آپ نے دیئے ہیں ان میں بڑی مٹھاس ہے، مجھے خیال ہوتا ہے کہ ایک بار بعض حصوں کا ترجمہ صدر یار جنگ[1] مرحوم کے کتب خانہ میں دیکھا تھا یہ خیال نہیں کہ کہاں سے چھپا ہوا تھا، شاید کچھ ترجمہ بمبئی میں دسنوی[2] صاحب نے ہندی رسم خط میں چھپوایا تھا، ایسا یاد ہوتا ہے کہ اس کا پروف انہوں نے مجھے دکھایا تھا، مگر مجھے اپنے حافظہ پر پورا بھروسہ نہیں رہا۔ پتہ چلایئے۔

خدا کرے آپ اچھی طرح ہوں اور آپ کے قلم کے فیضان اور آپ کے زندگی کے نمونے سے ایک پراگندہ حال امت کو ذہنی و روحانی جمعیت خاطر نصیب ہو میں اندھا ہوں ان چیزوں کو کیا دیکھ سکتا ہوں مگر اٹکل سے ایسا لگتا ہے کہ مشیت کو آپ سے یہ کام لینا منظور ہے

والسّلام

مخلص، ذاکر حسین

مولانا عبدالباری صاحب ندوی

مولانا عبدالباری ندویؒ دارالعلوم ندوۃ العلماء کے اوّلین طلباء میں سے تھے ۱۸۸۹ء میں آپ کی پیدائش ہوئی فلسفہ ان کا خاص مضمون تھا، چنانچہ مولانا عثمانیہ یونیورسٹی حیدرآباد میں ایک طویل عرصہ تک صدر شعبہ فلسفہ رہے ہیں۔

---

[1] نواب صدر یار جنگ مولانا حبیب الرحمٰن خاں شیروانی "ع"

[2] سید شہاب الدین صاحب دسنوی سابق پرنسپل صابو صدیق پالی ٹکنک بمبئی۔ "ع"

آپ نے کئی کتابیں تصنیف فرمائی ہیں، جن میں سے "جامع المجددین اور "مذہب وسائنس" قابل ذکر ہیں، ندوۃ العلماء سے نسبت کی بناء پر حضرت مولانا سے تعلق خاص تھا ۱۹۷۶ء میں آپ کا انتقال ہوا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

عثمانیہ کالج ڈاکخانہ لالہ گوڑا

حیدرآباد۔ دکن ۱۲ر مارچ ۱۹۳۹ء

برادرم!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ،

سیّد صاحبؒ کے حالات[1] میں آپ کی کتاب سفر میں ختم ہوئی، بلکہ کہنا چاہیے کہ یہ سفر کاملین ایمان کی مجلس وصحبت میں تھا، ایمان واسلام ان ہی بزرگوں کا تھا باب چہارم پڑھ کر تو یہ سنگ دل بھی اپنی آنکھوں کو خشک نہ رکھ سکا، جو ہمیشہ تری کو ترسا کرتی ہیں۔

واقعی مسلمانوں کے اندر ایمان کو زندہ رکھنے کیلئے تو ایسے حالات وسوانح کی ضرورت ہے، "فجزاکم اللہ عن المسلمین"

میرے تو اس یقین کو بھی آپ کی کتاب نے اور مضبوط کردیا کہ مسلمانوں کا کام آج کی انجمن بازیوں، اور انجمن سازیوں سے ہرگز نہ چلے گا، اس کا کام کسی سربکف مومن کامل ہی سے چلے گا، جس کے گرد خود ہی ہر خدمت وصلاحیت کے مخلصین جمع ہوجائیں گے، اور ان ہی کی پکی انجمن وہی ہوگی، دعا کیجیے کہ اللہ اب اس امت محمدیہ پر رحم فرمائے، ذوالحجہ کا ترجمان کہیں ملے تو پڑھئے۔

والسلام

طالب دعا! عبد الباری

---

[1] مراد سیرت سید احمد شہید ہے "م"

۱۳ر مئی ۶۸ء

برادر اعز و اکرم زادکم اللہ کرماً و کرامۃً

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

میں نے جب سے تازہ "الفرقان" میں "یک دو ساعت صحبتے با اہل دل"[1] کا تازہ نمبر پڑھا ہے، ماشاء اللہ جزاک اللہ بار بار آپ کی خدمت میں رائے بریلی عریضہ لکھنے کا ارادہ کر رہا تھا، لیکن اب یہ بھی روز بروز دشوار ہوتا جاتا ہے۔

بہرحال جتنے نشانات اس مضمون کے ہر صفحہ پر میں نے لگائے ہیں، اتنے شاید ہی پہلے لگائے ہوں اور آخر میں "لکم فیھا ما تشتہی انفسکم ولکم فیھا ما تدعون" کی جو تفسیر میرے ذہن میں آئی تھی، اور جس کو "تجدید کلامیات" میں غالباً بار بار دہرایا ہے، حضرت ممدوح بارک اللہ فی برکاتہم نے اس کی جو تفسیر فرمائی ہے، اس سے اس کم علم کو اپنے خیال میں بڑی تقویت ملی۔ جزاکم اللہ۔

باقی حضرت بھوپالی مدظلہم جس طرح حکایات و امثال سے بڑے بڑے مسائل کو دلنشین فرما دیتے ہیں، وہ تو قدم قدم پر قابل، ہمارے ماجد میاں کے حضرت حکیم الامت علیہ الرحمۃ کی یاد تازہ کرتی رہتی ہے، بھلا ارسطو اور ہیگل کے منطق کے دلائل میں دل و دماغ دونوں کیلئے تسلی وتشفی کا دور دور بھی نام و نشان کہاں ملتا ہے، کل احمد سلمہ سے معلوم ہوا کہ آپ یہیں تشریف فرما ہیں، ورنہ خیال ہے کہ شاید کسی نے کہا تھا کہ رائے بریلی تشریف لے جا چکے ہیں۔

خدا کرے یہ عریضہ ملنے تک تشریف فرما ہوں، ورنہ پھر رائے بریلی ہی بھجوا دوں گا، میری نقل و حرکت کی دشواری تو اب روز افزوں ہے، پھر بھی اگر آپ کا قیام کچھ زیادہ رہا تو شاید کسی دن زیارت کی سعادت حاصل کر سکوں، اصل میں طبیعت کا حال اب روز

۱؎ حضرت محمد یعقوب مجددی رحمۃ اللہ علیہ بھوپال میں بڑے پایہ کے بزرگ گزرے ہیں۔ "ایک دو ساعت صحبتے با اہل دل" انکے ملفوظات ہیں جن کو حضرت مولانا مدظلہ العالی نے مرتب فرمایا ہے۔ مع

بروز نا نابل اعتبار ہوتا جا رہا ہے، کسی وقت کچھ بہتر ہوتی ہے، اور دوسرے وقت ٹوٹ جاتی ہے، پھر بھی الحمد للہ قریب کی مسجد میں نماز جمعہ مل جاتی ہے

امید ہے کہ آپ کی طبیعت ہر طرح بہتر ہو گی، اور سب خیریت ہو گی۔

والسلام مع الاکرام

دعا جو و دعا گو احقر العباد، عبد الباری

مولانا عبد الماجد دریا بادی

صاحب تفسیر ماجدی مولانا عبد الماجد دریا بادی کی پیدائش ۱۵ ر شعبان سنہ ۱۳۱۰ھ مطابق ۱۵ ر مارچ سنہ ۱۸۹۲ء کو ہوئی۔

آپ عظیم مصنف، صاحب اسلوب ادیب اور کہنہ مشق صحافی تھے آپ کا ہفت روزہ اخبار "صدق جدید" آج بھی جاری ہے۔

دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ اور دار المصنفین اعظم گڑھ سے خصوصی ربط تھا۔ حضرت العلامہ سید سلیمان ندوی رح کی وفات کے بعد آپ ہی مجلس دار المصنفین کے صدر نشین رہے۔

حکیم الامت، محمد علی ذاتی ڈائری، اور آپ بیتی وغیرہ آپ کی مقبول عام کتابیں ہیں، مگر سب سے بڑی علمی خدمت "تفسیر ماجدی ہے"

راقم السطور بچپن سے مولانا سے متاثر تھا، خط و کتابت کی سعادت بھی نصیب ہوئی۔

۷ ر جنوری سنہ ۱۹۷۷ء میں آپ کا انتقال ہوا۔

دریا باد سہ شنبہ

۱۲ ر مئی سنہ ۵۶ء ۱۰ ر شوال سنہ ۷۵ھ

برادر عزیز سلمہ اللہ وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

کل شام کو خیریت نامہ خوب ہی ملا، بڑا اشتیاق و انتظار تھا، گویا عید دوبارہ ہو گئی، خود خط لکھنے کا ارادہ کئی دن سے کر رہا تھا، بس ٹلتا ہی رہا۔

صدق کے کام کی چیزیں بہت کچھ اس میں مل گئیں انشاء اللہ گنجائش نکلتے ہی نکل جائیں گی اپنی تفسیر کے بعض اجزاء کا عربی میں منتقل کرانے کا جی خود ہی چاہ رہا تھا، ایک زمانہ میں نظر مولانا مسعود عالم ندوی پر رہتی تھی، اب اگر ذریعہ ہو سکتا ہے تو ان عزیزی مولوی کا مولوی عبداللہ عباس سلمہ یا محمد رابع سلمہٗ یا جو عزیز اس کے لئے مناسب سمجھے جائیں،

صدق کے پرچوں کے لئے اسی وقت لکھنؤ لکھے دیتا ہوں، کل ہی انشاءاللہ وہاں سے ہوائی ڈاک سے روانہ ہو جائیں گے، شرمندہ ہوں کہ پہلے اس کا خیال ہی نہ آیا، TRI-L OF JESUS بھی انشاءاللہ دو ایک روز میں روانہ کرا سکوں گا، کیا فلسطین خصوصاً بیت المقدس ہو آنے کی کوئی صورت نکل سکتی ہے؟ اگر یہ ممکن ہوتا تو ممکن تھا کہ حضرت مسیح علیہ السلام کے سلسلہ میں جغرافیائی و تاریخی دونوں قسم کے معلومات کچھ اور حاصل ہو جائے

بہرحال دمشق میں بھی کچھ واقفیت تو یہودیوں، نصرانیوں اور انکے مختلف فرقوں کے متعلق تو حاصل ہو سکتی ہے، قرآن مجید کے پیش نظر تو سب سے بڑھ کر شامی ہی مسیحیت تھی، علماء دمشام یا خود مسیحیوں اور یہودیوں نے ان مباحث پر اگر عربی انگریزی میں لکھا ہو تو ان کتابوں کا آرڈر میری طرف سے بے تکلف دیدیجئے،

حکومت شام کے محکمہ آثار قدیمہ کے مطبوعات میں بھی تاریخ ایشیاء کے سلسلہ میں کچھ کام کی چیزیں مل سکتی ہیں، واپسی مع الخیر انشاء اللہ کب تک ہو گی؟

والسلام

دعاگو و دعا خواہ، عبدالماجد

نائیڈ وز ہوٹل لاہور
۷ر جنوری ۱۹۵۸ء

برادرم ! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

کیا کہوں کہ آپ کے نہ آنے کا یہاں پہنچ کر اور یہاں کا رنگ دیکھ کر کس درجہ افسوس مجھے ہو رہا ہے، بہترین زمین یہاں آپ کیلئے تیار تھی، وہاں کا کام دوسرے حضرات کر سکتے تھے، مگر یہاں کے لئے بغیر آپ کے اور کوئی ہندوستانی میری نظر میں نہیں آیا۔

مصر، شام، حجاز، عراق، ایران، افغانستان، ترکی، سوڈان وغیرہ کے نمائندوں کی اکثریت بہت اچھی ہے، یعنی خوب پڑھے لکھے اور ساتھ ہی پختہ دیندار مستشرقین بھی اچھے اچھے جمع ہوگئے تھے، برطانیہ، فرانس، ہالینڈ، امریکہ، جرمنی سب کہیں کے ہیں، ایک تو طبعی طور پر شرم اور اکل کھرا پھر بھی بڑا سوال عربی میں گفتگو کا، صرف ہمؔ اور اسمتھ اور ڈریوز (ہالینڈ) سے چند منٹ انگریزی میں بات کر سکا، اور وہاں عبد الوہاب عزام سے کچھ دیر اردو میں عبد الحمید خطیب اور ایک اور عرب سے سرسری گفتگو رہی، ایک پاکستانی صاحب ترجمانی کا کام کرنے لگے، اس خط کو پہونچنے سے پہلے ہی انشاء اللہ لکھنؤ پہونچ جاؤں گا، اور ایک مختصر قیام کے بعد دریاباد، اگلے ہی ہفتہ مدراس یونیورسٹی کی دعوت پر مدراس روانہ ہو جانا ہے سیرت نبوی، قرآن مجید پر ۶ لکچر دینے ہیں، اس وقت تک ہم ہی لکچر تیار ہو پائے ہیں، اللہ عزت وآبرو رکھ لے،

لہ ۵ جنوری ۱۹۵۸ء کو پاکستان میں پنجاب یونیورسٹی کے زیر اہتمام بین الاقوامی پیمانہ پر ایک "اسلامک کلوکیئیم" ہوا تھا، اس کی طرف اشارہ ہے، "م"

سہ بعد میں یہ مقالات "خطبات ماجدی یا سیرت نبوی قرآنی" کے نام سے چھپ گئے، "م"

یہاں کی بے اعتدالیوں نے شدید نزلہ میں مبتلا کر دیا ہے، رات کو ایک مصری مندوب ڈاکٹر عبد اللہ دراز چند گھنٹوں کے اندر انتقال کر گئے، جنازہ مصر گیا، اناللہ

والسلام

دعاگو، عبدالماجد

دریاآباد ضلع بارہ بنکی

۷ر جولائی ۱۹۶۷ء

برادرم! السلام علیکم

یہ حضرت شاہ محمد یعقوب کو آپ نے خوب ڈھونڈھ نکالا، ماشاء اللہ ایک گوہر بے بہا ہیں۔ برابر ان کے ملفوظات سے مستفید ہو رہا ہوں۔ اپنے حضرت تھانوی سے اتنا قرب و اشبہ ہوتے کسی کو نہیں پایا۔ ان کے بیشتر خلفاء کو بھی۔ ذالک فضل اللہ الخ

اب تو بھوپال جا کر ان کی زیارت کی تمنا دل میں جاگ اٹھی۔ یہ کارڈ محض آپ کی شکر گزاری اور مبارک باد کے لئے۔

والسلام

دعاگو۔ عبدالماجد۔

پروفیسر رشید احمد صدیقی

پروفیسر رشید احمد صدیقی ۱۸۹۶ء میں پیدا ہوئے، جونپور وطن تھا، مسلم یونیورسٹی علی گڑھ سے ایم، اے کیا اور یونیورسٹی ہی میں اردو ادب کے پروفیسر ہو گئے مسلم یونیورسٹی اور علی گڑھ کے عاشق صادق تھے، طنز و مزاح میں ممتاز درجہ رکھتے تھے،

انکی کتابیں گنجہائے گرانمایہ۔ اور آشفتہ بیانی میری" اردو ادب میں ممتاز مقام

کی حامل ہیں۔

حضرت مولانا علی میاں دامت برکاتہم کی دینی و علمی خدمات سے بہت متاثر تھے اور سچے قدر داں تھے،

۱۵ر جنوری ۱۹۷۷ء میں انتقال فرمایا۔

ذاکر بلاغ علی گڑھ مسلم یونیورسٹی علی گڑھ

۲۶ر جنوری ۱۹۶۸ء

مخدوم و محترم۔

اللہ تعالیٰ آپ کو زیادہ سے زیادہ دنوں تک قائم رکھے اور آپ کی گرانقدر علمی دینی اور ادبی خدمات کو تا یوم آخرہ "کاروان مدینہ" کا ایک نسخہ تین چار دن ہوئے موصول ہوا تھا۔ خوش اور شکر گزار ہو کر پڑھتا گیا اور رائے قائم کرتا گیا کہ یہ تقریر سب سے اچھی ہوگی، دوسری کا مطالعہ کیا تو معلوم ہوا کہ یہ پہلے سے اچھی ہے۔ تیسری پڑھی تو محسوس ہوا کہ یہ دونوں سے بہتر ہے، اس طرح خوب سے خوب تر تک سفر کرتا چلا گیا۔ آپ کے لئے ذہن میں تحسین کا جو دفتر کھلا وہ فی الحال قابو میں نہیں آتا کہ لکھ کر آپ تک پہونچا دوں۔ کتنے محدود صفحات میں آپنے بصائر و معارف کا کیسا گراں بہا ذخیرہ فراہم کر دیا ہے، پھر آپ کا جامع فکر انگیز اور دلنشین لب و لہجہ پیرایہ بیان اور مختصر مطالعہ سے کتنی اور کیسی اچھی اور فکر انگیز باتیں ذہن میں پیدا ہوتی ہیں۔ اور زندگی اور ذمہ داری کا کیسے کیسے افق سامنے آتے ہیں۔

"کاروان مدینہ" پر حرف آخر علامہ علی طنطاوی نے کہد یا ہے جو انکے پورے خط یا مضمون کی جان ہے، یعنی ...... آپ کا صد ہزار شکریہ کہ آپنے دوبارہ میرے اندر اپنی ذات اور اپنے ادب پر اعتماد بحال کر دیا۔ یوں مضمون یا خط میں آپ ہی کے مضامین و تقریروں کا پرتو ملتا ہے۔ ایک بات عرض کرنا چاہتا ہوں، حضور کی

بارگاہ اقدس میں شہداء کا بھی وفد جانا چاہئے تھا، سید الشہداء سے لے کر سید قطب تک جو سلسلہ شہداء کا ہے۔ وہ آپ کے پیش نظر ہوگا، اسکی طرف اقبال نے بھی اشارہ کیا ہے۔

سر خاک شہیداں برگہائے لالہ می پاشم،

دعا ہے کہ آپ اپنے سے اور ہم سب سے خوش و خرم ہوں اور رہیں، گرامی نامہ عرصہ ہوا صادر ہوا تھا، رسید اور تشکر بھیجنے کی نوبت اب آئی۔

مخلص

رشید احمد صدیقی

ذکاء اللہ روڈ علی گڑھ مسلم یونیورسٹی علی گڑھ۔

دوشنبہ ۲۰ نومبر ۱۹۶۷ء

مخدومی و مُعظمی - آداب

عرض[1] شرف و سعادت ہیں آپ کو جو حادثہ پیش آیا۔ اور جس طرح اللہ نے آپ کو اور دیگر ساتھیوں کو گزند سے محفوظ رکھا۔ اس سے خدا کا شکر ادا کرنے اور خوش ہونے کی توفیق ہوئی۔

اس توفیق کو بجائے خود اپنے لئے نعمت سمجھتا ہوں۔ جو اس سلسلہ میں مجھے نصیب ہوئی، ایسا معلوم ہوتا ہے کہ مسلمانوں کی موجودہ درماندگی میں اللہ تعالیٰ کو آپ سے معلوم نہیں کتنی اور کیسی خدمات اور لینی ہے، خدا کی طرف سے یہ بشارت بندہ کے لئے کتنی گرانمایہ ہے

اول درجہ کی کرکٹ میں یہ بات مشہور ہے کہ اگر کسی (BATSMAN) کو مخالف پارٹی کا کوئی کھلاڑی موقع ملنے پر (CATCH) نہ کر سکے یا (MISS) کر دے تو پھر

---

[1] ۱۹۶۷ء میں مجھے حجاز کے سفر کے دوران ہراسنگین حادثہ پیش آیا جس میں اللہ تعالیٰ نے بال بال بچا لیا، میں اور برادر زادہ عزیز محمد الحسنی سلمہ اور اب (مرحوم) طائف سے مکہ آ رہے تھے کہ کار الٹ گئی اور اسطرح الٹی کہ چھت نیچے تھی اور چاروں پہیے اوپر لیکن حیرت یہ ہے کہ خراش تک نہ آئی، یہ خبر لکھنؤ اور دہلی میں بھی شائع ہوئی اور اہل تعلق کو تحفظ اور آنے جانیوالوں سے بھی اس کا علم ہوا۔ مدیر

بہا کھلاڑی ایک سورن (سینچری) پوری کئے بغیر نہ رہے گا۔ بالفاظ دیگر ہر کھلاڑی پر اعلیٰ درجہ کے کرکیٹ مین کو سورن کا تاوان ادا کرنا پڑے گا، اسی کی تفصیلات آپ آصف صاحب[1] سے دریافت فرمائیے گا۔

اس حادثے سے خدا نے آپ کو بچا لیا تو کرکیٹ کی تلمیح کو پیش نظر رکھتے ہوئے اب آپ اس مصاف زندگی میں جس نے آج کل مسلمانوں کو عالمگیر سابقہ سے سنچورن بنائے بغیر آؤٹ نہ ہوں گے۔ انشاء اللہ

آپنے ندوۃ کا تعارف کراتے ہوئے میرے بارے میں جو کچھ فرمایا اس کیلئے دل سے شکر گزار ہوں، علی گڑھ کے دانشوروں کے اس حلقہ میں بھی اسکی پذیرائی بہت اچھی ہوئی، جو دین و مذہب کو زیادہ قابلِ اعتنا نہیں سمجھتا، بعض لوگوں نے یہاں تک کہا کہ اس کا انگریزی ترجمہ کریں گے،

خیال ہوتا ہے کہ اگر اس ایڈیشن کی نکاسی جلد ہو گئی اور دوسرے ایڈیشن کی ضرورت سمجھی جائے گی تو اس کو اصلاح و اضافہ میں زیادہ بہتر بنانے کی کوشش کروں گا۔

کچھ دن ہوئے "ندائے ملت" میں آپ کے دورۂ دکن کی روئداد نظر سے گزری تھی، جو آپ اور آپکے رفقاء نے مجلس مشاورت کو متعارف کرانے کیلئے کیا تھا، وفد کا خیر مقدم جس خلوص اور گرمجوشی سے کیا گیا، وہ غیر متوقع نہ تھا۔ لیکن مجھے تو مصحفی کا وہ شعر یاد آ رہا ہے، "دیکھیے قافلہ نو بہار ٹھہرے گا" جو آپنے اس سلسلہ میں لکھا تھا جس مہم اور مقصد کے پیش نظر یہ شعر آپ کے ذہن میں آیا اس سے معلوم نہیں،

---

[1] ڈاکٹر محمد آصف قدوائی پی، ایچ، ڈی جو مکتوب الیہ کی اکثر کتابوں کے انگریزی مترجم ہیں اور قریب ہی رہتے ہیں۔ "ع"

کتنا اضافہ اس لطف و عقیدت میں ہوا۔ جو آپ کی طرف سے میرے دل میں ہے۔ دین، مذہب، سیاست اور معلوم نہیں کتنے اور مسائل بھرے سے دو چار رہ کر زاہد کی ایسی شگوفہ زائی کتنی دلآویز معلوم ہوئی۔ شعر و ادب کی اس شگفتگی کو تو میں آدمی کی شرافت، شجاعت اور شائستگی پر محمول کرتا ہوں، اچھا اور بڑا آدمی بجائے خود اچھا شعر ہوتا ہے۔ ڈاکٹر[۳۳] صاحب وائس پریسیڈنٹ تھے تو آپ کی ایک کتاب شائع ہوئی تھی، جس کا ایک نسخہ موصوف کو بھی ملا تھا اور ان گفتگو میں آپ کا ذکر آگیا تو فرمانے لگے، مولانا اردو بڑی اچھی لکھتے ہیں۔ ذاکر صاحب کا کسی کی انگریزی یا اردو کے بارے میں یہ رائے رکھنا میرے نزدیک مصنف کے لئے بڑی معتبر سند ہے۔ مصحفی کا یہ شعر خوب ہے لیکن آپ نے جس سیاق و سباق میں اس کو پیش کیا ہے۔ اس سے یہ شعر آپ کا ہو گیا۔ خط بہت دلچسپ لیکن طویل ہے، اس لئے اس پر گفتگو پھر کبھی ہو گی، اگر اس کا موقع ملا۔

مسلم یونیورسٹی جن منازل سے گزرتی ہوئی جہاں پہنچی ہے[۳۴]۔ اس سے کتنے نئے اور پرانے غم تازہ ہو گئے۔ ایسا معلوم ہونے لگا ہے جیسے مسلمانوں کیلئے تمام دنیا میں کہیں امان ہے نہ انصاف، اللہ تعالیٰ ...... اور غیور مسلمانوں کو اس آزمائش سے عہدہ برآ ہونے کی توفیق دے، جن کے بارے میں بشارت دی گئی ہے کہ اسلام کو انہی سے سہارا اور تسکین ملے گی، خدا آپ کو اور آپ کے ساتھیوں کو یہ افتخار بخشے آپ صاحبان کے بارے میں میرا بھی خیال ہے، خدا ہم سب کا حافظ اور

---

[۳۳] ڈاکٹر ذاکر حسین مرحوم "م ع"

[۳۴] مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کے متعلق یہ بحث شروع ہو گئی تھی کہ یہ یونیورسٹی مسلمانوں کی قائم کی ہوئی ہے اور ان کے انتظام میں دی جائے یہ حکومت کے، اور اس کے بارہ میں اسکو ہر طرح کا اختیار رہے۔ کی اقلیتی کردار کا مسئلہ مسلمانوں کی قومی وقار کا بن گیا "م ع"

ناصر ہے۔ دا آمین۔

مخلص

رشید احمد صدیقی

جمعہ ۲۴ر جنوری ۷۵ء

ذاکر باغ علی گڑھ مسلم یونیورسٹی علی گڑھ۔

مکرمی و محترمی! سلام مسنون

والا نامہ صادر ہوا تھا۔ آپ نے جس لطف و کرم کا اظہار فرمایا تھا، اسکے لئے میں شکر گزار ہوں۔ اس کے اس اظہار کے ساتھ کہ آپ جس نوازش کے ساتھ یاد فرمایا کرتے ہیں، اس کے مطابق میں اپنی احسان مندی کا اظہار نہیں کر پاتا، گرتے پڑتے۔ ڈرتے دریائے کابل سے دریائے یرموک تک عبور کر گیا، اور قبل اسکے صدا بلند ہو کہ "فلاں در اہم سطور ہ نماند"[۱] جی چاہا کہ آپ کو بے اختیار مبارکباد دوں، کہ آپ کی یہ تصنیف اس طرح تصانیف سے جو دوسروں نے اب تک پیش کی ہیں۔ نمایاں طور پر ممتاز ہے۔ اسلوب اور اظہار مطالب کے اعتبار سے جتنی سنجیدہ اور مؤثر ہے، اتنی ہی دلکش بھی۔ جن موضوع و مسائل پر آپ نے بحث کی ہے۔ اسکی سطح اور انداز سے ظاہر ہوتا ہے کہ آپ نے قدیم کو جدید میں جس خوبی و خوبصورتی سے ڈھالا ہے۔ وہ آپ ہی کا حصہ ہے۔ ص ۹۶ سے ص ۱۱۵ تک کے مطالعہ سے خاص طور سے متاثر ہوا۔ جہاں آپ نے اہالیان ایران کو اسلام اور اثنا عشریت کے پیش نظر "وہ راہبر کی ہدایت یہ رہ گزر کا فریب"، کو واضح کیا ہے اس دعوت میں جس قوت ایمانی، دین و دانش کے تقاضے اور وزن وقار خطابت

---

[۱] سعدی کے اس شعر کی طرف اشارہ ہے۔

خبرے کن اے فلاں و غنیمت شمار عمر
زاں پیشتر کہ بانگ برآید فلاں نماند

وحشیت کے توازن کے جتنے نمونے ملتے ہیں، اس واقعہ کی نزاکت کا خیال آتا ہے۔ تو آپ کی کیسی کیسی علمی خداداد صلاحیتوں کا علم ہوتا ہے۔ کاش لکھنؤ کے شیعہ اکابر بھی اس دعوت پر غور فرماتے۔

کتابت کے تعارف میں جو باتیں ٹائٹل پیج پر درج ہیں۔ ان سے کچھ زیادہ ہی صفات سے یہ کتاب متصف ہے۔ یہ امتیاز کم تصانیف میں ملے گا، اسلامی ممالک اور انکے مسائل سے آگاہ ہونے اور رکھنے کا یہ کتاب بڑا معتبر وسیلہ ہے اس کتاب کے مطالعہ سے جتنے عظیم مقاصد اور مسائل ہمارے سامنے آتے ہیں۔ اور اس امر سے عہدہ برآ ہونے کا حوصلہ پیدا ہوتا ہے، اس سے یہ خیال دل میں آتا ہے کہ اگر آپ برابر ایسے سفر پر رہیں تو مسلمانوں اور ملت پر بڑا احسان ہوگا امید کہ مزاج عالی مع الخیر ہوگا۔

مخلص

رشید احمد صدیقی

مکرمی و محترمی!

سلام مسنون آداب و نیاز

ندوۃ کے ۸۵ سالہ تعلیمی تقریب کی تفصیلات اخبارات میں پڑھی، اور عزیزی ڈاکٹر فصیح سلمہٗ سے زبانی سنی۔ جو شرکت کے لئے لکھنؤ گئے ہوئے تھے جس وسیع پیمانے پر، جس حوصلے، سلیقے، آراستگی، حسن انتظام اور حفظ مراتب سے جن اعلیٰ مقاصد کے پیش نظر یہ تقریب منائی گئی۔ اور تمام کو پہونچی وہ اپنی نظیر آپ ہے۔ اور ایک طویل مدت تک خوشی اور فخر کے ساتھ یاد رکھی جائے گی۔ آپ اور آپکے رفقائے کرام ہماری تہنیت، شکر گزاری اور دعائے خیر کے مستحق ہیں۔

بظاہر یہ تقریب ندوۃ لکھنؤ میں منعقد ہوئی۔ لیکن دراصل اسکی دعوت

قبول کرنے مستعد ہو جانے اور کچھ کر دکھانے کی ذمہ داری۔ دور اور نزدیک کے تمام مسلمانوں پر عائد ہوتی ہے

کچھ عرصہ سے دیکھنے میں یہ آرہا ہے کہ کسی تحریک سے جہاں تہاں مسلمانوں میں جو بیداری پیدا ہوتی ہے وہ بہت جلد ختم ہو جاتی ہے۔ وجوہ سے کم و بیش ہم سب واقف ہیں۔ اس لئے چاہتا ہوں کہ اس عظیم الشان تاریخی تقریب کو کامیاب بنانے کے لئے نہ وہ کسی اور طرف نہ دیکھے۔ بلکہ جو کچھ ہو سکے اپنے ہی بل بوتے اور تائید الٰہی کے بھروسہ پر کرے یہ بہت ضروری ہے، جس پر کبھی تفصیل سے گفتگو ہوگی۔

آپ کا خطبہ استقبالیہ اس تقریب کا سب سے قیمتی اور دلکش تحفہ ہے، بر رنگ اصحاب صورت را۔ بہ بو ارباب معنی را۔ اس کی خوبیاں خلاف توقع نہیں۔ بلکہ پورے طور پر متوقع ہیں۔ اس لئے کہ خطبہ آپ سے منسوب تھا، ہندوستانی اسلامی تہذیب کا جو رنگ بدیع اور ہندوستانی مسلمانوں کے موقف کا اظہار و اعلان آپ نے جیسی مؤرخانہ مفکرانہ اور مجتہدانہ انداز و اختصار سے کیا ہے۔ وہ بہت کم لکھنے والوں کے حصہ میں آیا ہے۔ کاش اس خطبہ کا انگریزی ترجمہ اور دوسری ہندوستانی زبانوں میں اتنا ہی دلکش کیا جا سکتا جو عربی سے اردو کے ترجمہ میں ملتا ہے۔

آپ کی دیرینہ اسلامی علمی اور تہذیبی گرانقدر خدمات کا تصور کرتا ہوں تو یہ بات ذہن میں آتی ہے کہ آپ کے خاندان گرامی میں جتنے اور پائے کے عالم گزرے ہیں اس میں آپ کا مرتبہ "درجہ بندی، شجرۂ نسب یا پیدائش کے مقام یا مؤخر ہونے کے اعتبار سے اتنی نہیں جتنی خدمات جلیلہ کی رو سے ہونی چاہیے"۔

ہندوستان کے مسلمان کچھ دنوں سے جس بے دلی اور بے مقصدی میں مبتلا ہو گئے، آپ نے اس تقریب کی غیر معمولی کامیابی سے اسے دور کر دیا اور مسلمان پھر حوصلہ مند اور تازہ دم محسوس کرنے لگے ہیں۔ یہ بہت بڑی بات ہوئی جو انسان

نہ تھی۔ آپ اور آپ کے ساتھی کام کرنے والوں کے لئے صمیم قلب سے دعا نکلتی ہے البتہ اسی ایک بات سے ڈرتا ہوں جو اوپر عرض کر آیا ہوں کہ اگر عملاً اور مسلسل اس حوصلہ کو طاقت نہ پہونچائی گئی تو اس کا وہی حسرتناک انجام ہوگا جو دیکھنے میں آتا رہا ہے۔!

بذاتہ مجھے اس کی بڑی خوشی ہے کہ یو۔پی کے وزیر اعلا مسٹر بھوگنا نے اس تقریب کو زیادہ سے زیادہ کامیاب بنانے کے لئے بڑی شرافت اور غیر معمولی جرأت سے کام لیا اور کسی سیاسی یا جماعتی مصالح و موانع کی پرواہ نہ کی کتنی مسرت اور کیسی خوشی ہوئی مسٹر بھوگنا کے اس اقدام سے جب کے ان کے تمام پیشروں کا طرز عمل ہمارے سامنے ہے۔ اور ہم پر جو گزر گئی وہ نہ کبھی معاف کی جا سکتی ہے نہ بھلائی جا سکتی ہے۔ مسٹر بھوگنا اپنی بے شمار مصروفیتوں کے باوجود دن رات ندوہ کی اس تقریب میں جس طرح شریک کار رہے۔ شاید ان سے معمولی بہت معمولی ذمہ داری اور فرصت کا شخص بھی نہیں رہ سکتا ہے۔ مجھے یقین ہے اس سے عام بہبود اور بہتری کی صورتیں پیدا ہوں گی۔

ان میں مسٹر بھوگنا کے اس قابل تحسین و تشکر رویّے کو بڑا دخل ہے۔

آپ کو یاد ہوگا اقبالؒ نے غالباً پنجاب کے مسلمانوں کے بارے میں لکھا ہے کہ اگر کوئی صیاد حسن سلوک کا پھندہ لگا دے تو میں نشیمن سے اتر نا کیا ساری عمر اس پھاندے سے باہر نہ ہوں!

میں سمجھتا ہوں احسان مندی مسلمانوں کی نہاد میں ہے۔

بقیہ آئندہ جب آپ علی گڑھ میں ڈاکٹر ابرار مصطفےٰ خاں کے مہمان اور میرے میزبان ہوں گے۔

مخلص

(پروفیسر) رشید احمد صدیقی۔ مسلم یونیورسٹی علی گڑھ

جگر مراد آبادی علی سکندر نام تھا۔ جگر تخلص۔ سنہ ۱۸۹۵ء میں پیدا ہوئے۔ اور سنہ ۱۹۶۰ء میں انتقال کیا۔ جگر ایک بڑے غزل گو شاعر تھے۔

ان کو رئیس المتغزلین کے خطاب سے یاد کیا جاتا تھا۔ جگر حضرت مولانا کے خاص عقیدت مندوں میں تھے۔ جس کا اندازہ مندرجہ ذیل خط سے ہوتا ہے۔

گونڈہ

حضرت المحترم زاد اللہ اکرامکم

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ'

مجھ جیسے واقعہ ننگ اسلام و ننگ خلائق پر آپ جیسے بزرگان ملت کی توجہات بے پایاں میرے لئے باعث عز و ناز بھی ہے۔ اور باعث اذیت روحانی بھی، لیکن اس طرح کی اذیت روحانی جس پر بہت سی سچی مسرتیں بھی نثار کی جاسکتی ہیں۔ آپ نے اپنے مکتوب گرامی میں جس صداقت و رابطۂ خاص کی جانب اشارہ فرمایا ہے، بحمد للہ میں اس سے بے خبر نہیں۔

مولانائے محترم! میں آپ حضرات کا جس حد تک عقیدت مند ہوں، ہر شخص اس کا اندازہ بھی نہیں کر سکتا۔ خود اپنے متعلق جو کچھ جانتا ہوں، معلوم نہیں وہ کس حد تک صحیح ہے، کس حد تک غلط، تاہم بزرگوں کے فیضان توجہ کی بدولت احتساب نفس سے غافل نہیں رہتا۔ لیکن محض احتساب نفس بھی ایک طرح کی بیماری ہے۔ تمام عمر بے عملی و بد عملی میں بسر ہوئی۔ اب ان سے ایک ربط خاص پیدا ہو چکا ہے اور قوائے عمل مضمحل و مفلوج، روح و دل روتے رہتے ہیں۔ "دین" کی طرف جانا چاہتا ہوں لیکن بے دینی کی طرف قدم بڑھ جاتے ہیں، اکثر و بیشتر ایسا محسوس ہوتا ہے۔ جیسے میری تمام ترزندگی "دلدل" میں پھنس گئی ہے۔ اور اب اس سے رہائی کی بظاہر کوئی توقع نہیں۔ اس عالم مایوسی میں خدا جانے کیوں دل گواہی دیتا ہے کہ خدا کے بزرگ و برتر

مجھے تباہ و برباد نہ ہونے دے گا۔ معلوم نہیں یہ حدیث نفس ہے، یا حقیقۃً پیام غیب، مختصراً یہ کہ ایک شدید روحانی کشمکش و اذیت میں زندگی بسر ہو رہی ہے، خدائے قدوس رحم و کرم فرمائے،

میں بہت سے معروضات پیش کرنا چاہتا ہوں، آپ کے علم میں ہے کہ آستانہ منگلور شریف سے وابستہ ہوں، میری آنکھوں نے جو انوار و تجلیات دیکھے ہیں، انہیں بھول نہیں سکتا، اکرام بے پایاں کی بارشیں میخانہ دمے جدید پر یکساں ہوتی رہیں آج بھی جو ایک درد مستقل محسوس کرتا ہوں، یہ بھی انہیں برکات کی یادگار ہے۔

مولائے محترم! میری تمنا ہے کہ مجھے اس طرح کے مواقع دیئے جائیں کہ میں آزادانہ اپنے خیالات پیش کر سکوں۔ میں آپ کی تحریک کا دل سے معترف ہوں، اپنے تمام دوستوں کو اس طرف متوجہ کرتا رہتا ہوں، میرا یقین ہے کہ فلاح کا واحد ذریعہ یہی تحریک ہے اور اس کے ذریعہ کائنات و ماورائے کائنات سنور سکتی ہے، وقت بہت کم رہ گیا ہے، سفر درپیش ہے، شاہجہانپور سے واپسی پر شاید دو دن کے لئے لکھنؤ ٹھہر سکوں۔ ورنہ پھر پندرہ بیس دن کے بعد میں ایک اچھے مقصد کو سامنے رکھ کر دور دراز کا سفر کرنے والا ہوں۔

دعا کیجئے کہ اس مقصد میں کامیاب ہو سکوں۔

خدا کرے مزاج گرامی بعافیت ہو اور تا دیر آپ خدمت اسلامی میں سرگرمی کے ساتھ خدمت انجام دیتے رہیں۔

خادم
جگر

ملہ۳۶ جگر صاحب مرحوم قاضی محمد اسمٰعیل صاحب منگلوری کے صاحبزادے قاضی عبد الغنی صاحب منگلوری سے بیعت تھے۔ "م"

ملہ۳۷ غالباً تحریک "پیام انسانیت" مراد ہے۔ "م"

ماہر القادری

جناب ماہر القادری بہ دور حاضر کے شاعر اور اردو کے کہنہ مشق ادیب تھے۔ کراچی پاکستان سے ماہنامہ "فاران" نکالتے تھے جو اردو زبان و ادب کا معیاری پرچہ تھا۔ ذات نبوی سے غیر معمولی عشق رکھتے تھے جس کا اندازہ ان نعتوں سے ہو سکتا ہے جو آپ نے حضورؐ کی منقبت میں لکھی ہیں۔ مرحوم جماعت اسلامی کے پرجوش حامی اور مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی کے قدرداں تھے۔ حضرت مولانا کی علمی و دینی خدمات سے بھی متاثر تھے۔ ۱۳۹۸ھ مطابق ۱۲ مئی ۱۹۷۸ء کی شب میں انتقال فرمایا۔

ماہنامہ "فاران"

ناظم آباد۔ کراچی

مخدومی و مکرمی۔ السلام علیکم

"پرانے چراغ" نے آنکھوں کو نور اور دل کو سرور بخشا، خاصہ حصہ پڑھ ڈالا۔ آپ کی تحریروں میں اخلاص اور ادبیت کی کوئی حد و نہایت نہیں "فاران" میں مفصل تبصرہ آئے گا، اپریل کا رسالہ آج ارسال خدمت کر رہا ہوں۔

مولانا سید رشید الحسن[1] خطیب جامع مسجد نیوٹاؤن سے سخت شکایت ہے کہ وہ آپ کے کراچی سے گزرنے کی اطلاع مجھے نہیں دیتے حالانکہ میں نے بار بار تاکید کے ساتھ ان سے التجا کی ہے اس دفعہ بھی ان کی وجہ سے میں آپ کی زیارت سے محروم رہا، جس کا مجھے قلق ہے۔

---

[1] مولانا رشید الحسن صاحب مولانا کے رشتہ کے داماد ہیں، جامع مسجد نیوٹاؤن، کراچی میں امامت کرتے ہیں، بڑے اچھے قاری ہیں، احقر نے رائے بریلی "دائرہ شاہ علم اللہ" میں ملاقات کا شرف حاصل کیا ہے۔

آپ سے جو تعلق خاطر اور نیاز مندی ہے۔ اس کا اظہار لفظوں میں نہیں ہو سکتا میرا دل کہتا ہے کہ اس خاکسار سے بھی آپ کو لگاؤ ہے۔

امید کہ مزاج اچھا ہو گا۔

والسلام

طالب دعا۔ ماہر القادری

۱۹ر اپریل ۱۹۷۷ء

مولانا ابوالاعلیٰ مودودی

بانی جماعت اسلامی مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ کی ولادت اورنگ آباد دکن میں ۲۵ر ستمبر ۱۹۰۳ء کو ہوئی۔ مولانا مودودی مخلص داعی، عظیم مصنف، اور زبردست سیاسی مدبر تھے۔ "الجہاد فی الاسلام" اور "تفہیم القرآن" مولانا مرحوم کی علمی یادگاریں ہیں، جن سے آج لاکھوں بندگانِ خدا فیض حاصل کر رہے ہیں۔

جماعت اسلامی ہند کے ابتدائی دور میں حضرت مولانا مدظلہٗ مولانا مرحوم کے خاص معاونین میں تھے۔

۲۷ر ستمبر ۱۹۷۹ء کو آپ کی وفات ہوئی۔

مبارک پارک، پونچھ روڈ، لاہور ۲۴ر دسمبر ۱۹۶۲ء

مکرمی و محترمی! السلام علیکم۔

عنایت نامہ ابھی ملا۔ اور آج ہی اتفاق کی بات ہے۔ نواب صاحب چھتاری کا خط آیا۔ جس میں انہوں نے ایک کمیٹی کی شرکت کے لئے مجھے لکھنؤ آنے کی دعوت دی ہے۔ ان نوابوں اور ان کی کمیٹیوں سے تو مجھے کوئی دلچسپی نہیں، اور اگر محض ان کی کمیٹی کی شرکت کا معاملہ ہوتا تو میں ٹال دیتا۔ مگر اس بہانے ندوہ سے آپ کے رفقائے کار سے براہِ راست تعلق قائم کرنے کا ایک موقعہ ہاتھ آتا ہے

اس لئے لکھنؤ حاضر ہونے کا تہیہ کرلیا ہے۔ ۔ ۔ ۔ میں انشاء اللہ تین جنوری کو لکھنؤ پہونچوں گا۔ میرے قیام کے لئے مناسب انتظام کرنا آپ کا ذمہ ہے، میں کسی ایسی جگہ ٹھہرنا چاہتا ہوں جہاں ہر قسم کے لوگ مجھ سے مل سکیں، اور آزادی کے ساتھ گفتگو کر سکیں،

علی گڑھ میں میں نے اولڈ بوائز لاج کو پسند کیا تھا اس کا یہ فائدہ ہوا کہ ہر خیال اور ہر گروہ کے آدمی مجھ سے بے تکلف ملے۔ ایسی ہی کوئی جگہ میں لکھنؤ میں چاہتا ہوں۔

میں چونکہ بے ہمہ ہوں۔ اور اس لئے خدا نے مجھے با ہمہ بھی بنا دیا ہے سخت قسم کے دہریہ اور کمیونسٹ بھی مجھ سے اسی طرح ملتے ہیں۔ جس طرح مومنین، صادقین اور ان لوگوں سے بات چیت کرنے میں ایسی جگہ آسانی ہوتی ہے۔ جہاں وہ شخصیتیں نہ ہوں۔ جن سے یہ لوگ تکلف کرنے پر مجبور ہوتے ہیں۔

رسالہ[۵۴] کے متعلق انشاء اللہ وہیں بالمشافہ گفتگو ہوگی۔

خاکسار

ابوالاعلیٰ

۲۳ر جنوری ۱۹۷۹ء

اے ذیل دار پارک اچھرہ لاہور، پاکستان

محترمی و مکرمی! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

عنایت نامہ مورخہ ۵ر صفر ۹۹ھ کو ملا۔ اور اس کے ساتھ آپ کی تازہ کتاب "عصر حاضر[۵۵] میں دین کی تفہیم و تشریح" کا ایک نسخہ بھی موصول ہوا۔ میں آپ کا شکر گزار

۵۴ھ عربی رسالہ کا اجراء جو فکر اسلامی و دعوت کا آرگن بن سکے۔ "ع"

۵۵ھ حضرت العلامہ سید ابوالاعلیٰ مودودی کے اس خط سے کتاب "عصر حاضر میں دین

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۵۲ پر)

ہوں کہ میری جس چیز کو آپ نے خدشات کا موجب سمجھا۔ اس پر تنقید فرمائی۔ مزید میری
جن جن چیزوں کو آپ دین اور اہل دین کے لئے مضرت رساں سمجھتے ہیں۔ ان پر بھی آپ
بلا تکلف تنقید فرمائیں۔ میں نے کبھی اپنے کو تنقید سے بالاتر نہیں سمجھا۔ نہ میں اس پر برا
مانتا ہوں۔ البتہ یہ ضروری نہیں ہے کہ میں ہر تنقید کو برحق مان لوں اور ناقدین
کے بیان کردہ خدشات اور اندیشوں کو صحیح تسلیم کرلوں۔

خاکسار

ابوالاعلیٰ

حکیم الاسلام قاری محمد طیب صاحبؒ بانی دارالعلوم دیوبند

مولانا محمد طیب صاحبؒ | مولانا محمد قاسم صاحب نانوتویؒ کے خانوادہ کے
چشم و چراغ تھے۔ آپ کی ولادت سنہ ۱۸۹۷ء میں ہوئی۔ حضرت قاری صاحب کثیر التعداد
کتابوں کے مصنف اور خوش بیان واعظ و خطیب اور حضرت مولانا اشرف علی صاحبؒ
تھانوی سے بیعت تھے۔

کم و بیش ۵۰ سال بحیثیت مہتمم دارالعلوم دیوبند کی خدمات انجام دیتے رہے
آپکے دورِ اہتمام میں دارالعلوم دیوبند عالمی، دینی و علمی مرکز بن گیا۔

حال ہی میں ۱۷ر جولائی ۱۹۸۳ء کو آپ کا انتقال ہوا۔

عالی قدر محترم المقام معظمی مولانا علی میاں صاحب زیدت فضائلہم۔

سلام مسنون نیاز مقرون

برقیہ گرامی بمعرفت محترم سرور صاحب پہونچ کر باعث سرفرازی ہوا۔ میں دیوبند

(بقیہ حاشیہ صـ ۵۱ کا)
کی تفہیم و تشریح" پر ردِ عمل میں ان کی اعلیٰ ظرفی کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ جو علامہ مرحوم کی
امتیازی صفت ہے۔ "م"

ہی سے اس ارادہ سے چلا تھا کہ واپسی میں بہر حال ندوہ کے اجلاس[۵] میں شرکت کرنی ہے اور اگر دیوبند پہنچتے پہنچتے وقت تنگ ہو جائے تو بمبئی سے لکھنؤ پہونچوں گا خواہ ہوائی جہاز سے پہونچنا پڑے، لیکن غیر اختیاری طور پر راستہ میں تقریباً سوا ماہ زائد صرف ہو گیا نصف ماہ کے قریب تو کاغذات سفر کی تیاری میں لگ گئے۔ راشد بری ٹریول ایجنٹ کے غلط طریق پر بھر کر ہمیں اطمینان دلا دیا تھا کہ کاغذات مکمل ہو چکے ہیں۔ بمبئی پہونچ کر ایسٹ افریقہ کا تار ملا، کسٹم والوں نے انتہائی شد و مد سے ۳۱ راگست ۱۹۷۵ء ری یونین کے اجلاس میں شرکت کی دعوت دی تھی، ایک ہفتہ وہاں لگا: وہاں سے لندن کا قصد تھا کہ مکہ مکرمہ کا تار رابطۂ عالم اسلامی کی طرف سے ملا۔ اور جولائی ۱۵ ر رمضان کے لئے ری یونین سے وہاں روانگی ہوئی۔ نیروبی اور مدغاسکر اترتا ہوا جدہ پہونچا اور ۴ ر رمضان کو وہاں قیام ہوا۔ اس میں سے ۲۲ دن حرمین شریفین میں قیام نصیب ہو گیا وہاں سے چل کر دو دن پیرس میں گزرے، اور یکم اکتوبر کو ۵ بجائے ۲۰ راگست کے ا لندن پہونچا، ایک ہفتہ قیام کے بعد یہاں سے سفر شروع ہوئے تو دو ہفتوں سے مسلسل سفر ہی میں ہوں۔ تقریباً تمام مرکزی شہروں میں جانا ہوا۔ آخر عاجز آ کر اب دعوتیں نہیں منظور کی جا رہی ہیں۔

مگر جو با اصرار آ رہی ہے۔ اس سفر میں اسپین، کینیڈا بھی شامل تھا اور امارت متحدہ بھی، نیز لیبیا کا بھی سفر طے شدہ تھا۔ وہاں سے ذ طرق سے ؟ برابر خطوط آ رہے ہیں

---

۵ ؎ دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ کے ۸۵ سالہ جشن منعقدہ ۱۹۷۵ء کی طرف اشارہ ہے۔ جس میں اندرون ملک کے علاوہ عالم اسلام کی مایہ ناز شخصیتیں ماہرین تعلیم، علماء کرام شریک تھے، یہ اجلاس حضرت مولانا علی میاں صاحب دامت برکاتہم کی زیر سرپرستی میں ہوا جس نے اس دور کی یاد تازہ کر دی جس وقت علامہ سید رشید رضا مصر سے علامہ شبلی کے دور میں ندوہ تشریف لائے تھے۔

"م"

لیکن ان سے بھی صرف نظر کیا تو پاکستان سے اور اسکی باصرار دعوتوں سے صرف نظر نہ کر سکا لڑکیاں، داماد، نواسے، بھانجے، سب وہیں ہیں۔ اس درمیان تاخیر سے نہ صرف یہی کہ پروگرام ہی گڑبڑ ہو گیا، بلکہ ضروری سفر بھی حذف کرنے پڑے اور اسکی وجہ سے بادل ناخواستہ لکھنؤ کا پروگرام بھی نہ بن سکا، جس کی دلی خواہش تھی، اور جس کے لئے برابر دیوبند لکھتا رہا کہ میں بھی آرہا ہوں اور وہاں سے اوپر کے سب حضرات شریک ہوں، معذرت کرتے ہوئے شرمندگی بھی ہوتی ہے، لیکن یہ واقعہ ہے کہ یہ بالکل غیر اختیاری صورت پیش آئی، بالخصوص رابطہ کے جلسہ نے وسط رمضان میں پڑکر سارے پروگرام کا نظام درہم برہم کر دیا، اب سوائے معافی چاہنے کے اور کیا عرض کروں، والعذر عند الکرام مقبول

والسلام

محمد طیب غفرلہٗ

خواجہ احمد فاروقی　　　از لندن ۲۸ / اکتوبر ۷۵ء

قبلہ دیدہ و دل!　　　السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

ندوہ کا تاریخی جشن آپ کی دعا اور اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے بہت کامیاب رہا، آفاق با گردیدہ ام، لیکن ایسے میں نے نہیں دیکھے، آسمان کو بھی اس زمین پر رشک آتا ہوگا۔

سب سے زیادہ خوشی اس کی ہے کہ سارا کام ندوہ کے طلباء اور اساتذہ نے کیا، اور ندوہ آپ کی کوشش سے تمثیل نہیں حقیقت بسیط ہے۔

خواجہ احمد فاروقی

(دہلی یونیورسٹی دہلی)

مولانا محمد اسحاق صاحب سندیلوی

مولانا اسحاق سندیلوی کی ولادت ۱۹۱۳ء کو ہوئی، دار العلوم ندوۃ العلماء کے اہم فضلاء میں

آپ کا شمار ہوتا ہے، آپ ندوۃ کے مہتمم بھی رہ چکے ہیں۔

• "اسلام کا سیاسی نظام" آپ کی اہم تصنیف ہے۔

مکرم و محترم زیدت معالیکم السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ،

دارالعلوم ندوۃ العلماء کے ۸۵ سالہ اجلاس میں شرکت کا دعوت نامہ موصول ہوا۔ یاد فرمائی کا شکر گزار ہوں۔ ۱۲ر شوال کو دعوت نامہ ملا، اور ۲۵ کو جلسہ شروع ہے۔ اس قلیل مدت میں حصول ویزا وغیرہ کے منازل طے کرنا ناممکن ہے، اسلئے شرکت سے معذرت خواہ ہوں۔

اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں کہ اجلاس کامیاب اور نافع ہو۔

والسلام

احقر محمد اسحاق صدیقی

مدرسہ اسلامیہ عربیہ نیوٹاؤن کراچی ۵

حضرت مولانا محمد یوسف کاندھلویؒ

"مولانا محمد یوسفؒ بانی جماعت تبلیغ حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ کے صاحبزادے اور عظیم داعی الی اللہ تھے، ۲۰ر مارچ ۱۹۱۷ء کو کاندھلہ میں پیدائش ہوئی، کاشف العلوم بستی نظام الدین دہلی اور مظاہر العلوم سہارنپور میں دینیات کی اعلیٰ تعلیم حاصل فرمائی۔

طحاوی شریف کی شرح "امانی الاحبار" آپکی علمی یادگار ہے، مولانا محمد یوسف صاحب نے جماعت کے کام کے سلسلہ میں اپنی ذات کو مکمل وقف کر دیا تھا۔ مولانا مرحوم کے عہد امارت میں جماعت کا کام ہندو پاک سے نکل کر دنیا کے چپہ چپہ میں پھیل گیا۔

حضرت مولانا علی میاں عظیم اصلاحی داعی ہیں۔ بالخصوص ممالک عربیہ میں جماعت کے سلسلہ میں بڑی زبردست خدمات انجام دی ہیں۔

مولانا آپکی دینی خدمات کو بڑی قدر کی نگاہ سے دیکھتے تھے، جس کا اندازہ مندرجہ ذیل خط سے ہوتا ہے۔

۱۲/ اپریل ۱۹۶۵ء میں آپنے داعیٔ اجل کو لبیک کہا

مخدوم ومکرم ومعظم ومحترم جناب حضرت سید الاستاد دام اللہ مجدکم ومتعنا والمسلمین بفیوضکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

حضرت عالی کا والا نامہ شرف صدور ہوکر باعث صد مسرت ومنت ہوا۔ حق تعالیٰ شانہٗ آں محترم کو اپنی بے نہایت مرضیات سے مالا مال فرمائیں، اور متعنا کیلئے آپکے ان انوارات واوصاف وکیفیات سے جو بارگاہ رسالت سے آپ میں ودیعت ہیں۔ اور حضرت سید صاحب شہید رحمۃ اللہ علیہ کے تعلق نے ان کو جلادے کر پھر ہمارے جیسے خوبیوں کی گہرائیوں کے سمندروں کے موتیوں کے ادراک نہ کرنے والوں کے لئے قابل ادراک فرمادیا۔ اور حضرت رحمۃ اللہ کے ساتھ کے تعلق اور آپ کی انکے ساتھ قابل رشک صحبتوں نے ان کو روز روشن کی طرح کھول دیا۔ اب بھی ہم جیسے کور ان کا احساس نہ کریں، تو جناب عالی کے لئے حقیقتاً کوئی نقصان نہیں۔ اللہ رب العزت نے آپ کو بہت نعمتوں سے مالا مال فرمایا۔ جن کا شکر آپ پر واجب ہے، بہت شکر کریں، البتہ نقصان صرف ہمارا ہے۔ نہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ سے ان کی قدردانی کرکے فائدہ اٹھایا، نہ ان ہستیوں سے جن کو وہ قدر کرکے بہت قابل بنا گئے۔

آپنے تو ان کے زمانہ میں بھی اور بعد میں بھی حد سے زیادہ اس عاجز پر بارہا زائد احسانات فرمائیں۔ جس کا حق تعالیٰ شانہٗ حد سے زیادہ آپ کو صلہ مرحمت فرمائیں البتہ یہ ضعیف وناکارہ بہت ہی قابل توجہ اور دعا ہے خصوصاً ان لوگوں کے حقوق کے ادائیگی کے ذیل میں جن کی اس کام کے اشتعال سے اس نے فروغ کی صورت اختیار کی، اور حضرت مرحوم ان کو دل سے چاہتے تھے، آپکا بہت ہی احسان ہوگا اگر آپ اپنے

مخصوص اوقات میں میرے لئے رو کر اس بارے میں اللہ رب العزت سے گڑگڑا کر ملتجی ہوں کہ حق تعالیٰ شانہ میرے لئے حق شناسی و مردم شناسی کے دروازے کھول دیئے اور ان اصولوں پر مجھے بصیرت و عمل کی توفیق بخشے جس میں اہل ہنر و خیر سے اس کام میں پوری طرح منتفع ہو سکوں۔ اور ان کے توجہات سے یہ کام سرسبز ہو اور میری گندگیوں کے بدذر ہو کر یہ کام ضائع یا فتنہ نہ ہو جائے۔ آپ کا خط بارہا لے کر بیٹھا کچھ لکھنے کی ہمت نہ پڑی، دوبارہ پھر چھوڑ دیا۔ آپ کے حقوق کی ادائیگی کے بارے میں کوتاہی حجاب بنی آنے کیلئے درخواست بھی کس منہ سے کروں، سوائے بولنے کے تو کچھ سیکھا ہی نہیں، اور اس سے کچھ ہوتا نہیں، فتن نے اپنے پردوں کو چاک کر دیا، مصائب کیڑوں کی طرح امنڈ پڑے، علاج پر اہل بصیرت و اہل فہم وا سے مطلع نہ ہوئے اور جو مطلع ہوئے تو ان کا اختلاط و اجتماع نوٹا۔

وَاللّٰہُ خَیْرٌ حَافِظًا وَّھُوَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِیْن حضرت حالی ہی اسمیں مشعل راہ ہو سکتے ہیں۔

جناب عالی کی تشریف آوری کے خیال سے بھی بڑی مسرت ہوئی کہ اہل دل تو اپنا کام دل سے کر لیں۔ ہم جیسے بے دل کیا کریں، محبت آپ کی اپنے دل میں نہ رکھیں تو پھر مرنے کے بعد کے سہارے اکیلئے کیا چیز رہے آپ کے دل میں اپنی محبت کو بہت سمجھتا ہوں۔

حق تعالیٰ شانہ جانبین کے لئے ترقیات کا دروازہ کھولیں۔

بندہ۔ محمد یوسف

مولانا محمد میاں صاحب مولانا محمد میاں رح حضرت مولانا علی میاں دامت برکاتہم کے برادر اکبر ڈاکٹر سید عبد العلی حسنی رح (سابق ناظم ندوۃ العلماء لکھنؤ) کے فرزند تھے۔ مولانا مرحوم نے اردو، عربی میں کئی کتابیں تصنیف فرمائیں۔ عربی زبان و ادب ان کا خاص موضوع تھا۔ الاسلام الممتحن۔ انکی

عالمگیر شہرت کی تصنیف ہے، علم وفضل کے ساتھ اخلاص وللہیت اور تقویٰ وپرہیزگاری کے نمونہ کامل تھے۔

مولانا مرحوم کے فرزند اکبر مولوی سید عبد اللہ الحسنی ندوہ میں استاذ ادب ہیں الحمد للہ الولد سر لابیہ کے بمصداق اپنے والد مرحوم کے سچے جانشین ہیں۔

عم مکرم مدظلہ العالی

السلام علیکم

آداب کے بعد گزارش ہے کہ ہم لوگ بعافیت ہیں۔ امید ہے کہ آپ بھی بعافیت ہوں گے۔ مکہ معظمہ سے آپ کا گرامی نامہ ملا۔ مسرت ہوئی، اللہ تعالیٰ خیریت وخوشی کے ساتھ واپس لائے۔ اپنی خاص دعاؤں میں فراموش نہ فرمائیں۔

پارسل نہ معلوم کس منزل میں ہے، سخت انتظار ہے
ابھی کسی قسم کی کوئی اطلاع یا بلٹی نہیں آئی، چھوٹے بھیا (مولانا محمد رابع) کو سلام

والسلام۔ محمد

۳۰ ستمبر ۱۹۵۱ء

مولانا اسحاق جلیس ندوی

مولانا مرحوم سے احقر کے خصوصی نیاز مندانہ تعلقات تھے۔ جسمیں ندوہ اور قرب وطن (ضلع احمد نگر مہاراشٹر) کو دخل تھا۔ مولانا اسحاق جلیس کا آبائی وطن "ضلع ہزارہ" (صوبہ سرحد پاکستان) تھا۔ مگر پیدائش جولائی ۱۹۳۴ء میں پونہ میں ہوئی۔ ۶ رجون ۱۹۵۶ء کو ندوۃ العلماء میں داخلہ ہوا۔ اور ۱۹۶۱ء کو فضیلت پاس کیا۔

لے حضرت مولانا علی میاں مدظلہ، مولانا محمد میاں کے چچا تھے، لہٰذا "مکرم" سے خطاب ہے۔
عربی کتابیں جو حضرت مولانا نے مصر سے بذریعہ پارسل روانہ کی تھیں۔

مولانا مرحوم کے ملی و علمی خدمات نقطۂ عروج پر پہنچ کر اچانک ۱۹۷۹ء میں آپ کا انتقال ہو گیا حضرت مولانا علی میاں صاحب کی تحریک "پیام انسانیت" میں مولانا کی جد و جہد نے بڑی جان ڈال دی تھی۔

باسمہ سبحانہ

۲۰ر جنوری ۷۲ء

عنایت نامہ نے سرفراز کیا، نادم ہوں کہ میرے خط کے انتظار کی زحمت حضرت والا کو برداشت کرنی پڑی، مجھے اپنی کوتاہ قلمی پر خود کوفت ہوتی ہے۔ میری دیرنویسی اکثر میرے کرم فرماؤں کی زحمت عتاب کا سبب بن جاتی ہے۔ حضرت والا کا عنایت نامہ دیکھ کر ؎

اس کو پا کر بڑھ گئی کچھ اور بھی بے تابیاں

والا مضمون میرے حق میں درست ثابت ہو رہا ہے، اللہ تعالیٰ وہ دور جلد لائے کہ جب میں حضرت والا کے نظروں کے سائے میں پھر سکون پا سکوں۔

مجھے یہاں کا لمحہ لمحہ بھاری ہو رہا ہے۔ دنیا کی ہر مصلحت کو ٹھکرا کر دہاں کا قصد کر رہا ہوں۔ اور پھر حضرت والا کے سایۂ عافیت سے تو مجھے دنیا کی ہر مصلحت حاصل ہو سکتی ہے کسی اعلیٰ مقصد کے لئے اٹھائے جانے والی تکلیف مجھے تکلیف معلوم نہیں ہوگی انشاء اللہ تھک بھی نہ سکوں گا، اسلئے کہ حضرت والا کی شفقت و محبت مجھے حاصل ہوگی یہ پڑھ کر اطمینان ہوا کہ میرا خواب معنی خیز ہے، حضرت والا کے خیال و تجویز کی تصدیق و تائید ہوتی ہے۔ ؎ خوشا مراتب خوابے کہ بہ زبیداری ست

وسط اپریل میں سالانہ امتحان ہوں گے۔ اور اخیر اپریل تک رہائی، یہاں کے مراحل انشاء اللہ بآسانی حل ہو جائیں گے، صرف والدین کی رضامندی کا مسئلہ ہے، دعا کیجئے اللہ تعالیٰ تمام موانع اور مشکلات دور فرمائے، ہمشیرہ، بہنوئی صاحب اور بچوں کی ابھی تک کوئی خیریت معلوم نہ ہو سکی۔ دعا کی درخواست ہے۔ والسلام

خادم محمد اسحاق

مولانا ڈاکٹر سید عبدالعلی صاحب

ڈاکٹر سید عبدالعلی رحؒ (سابق ناظم ندوۃ العلماء لکھنؤ) کی ولادت باسعادت ۲۲ رجادی الاولیٰ ۱۳۱۱ھ مطابق یکم دسمبر ۱۸۹۳ء کو ہوئی، مقام پیدائش ہسوہ ضلع فتحپور (یوپی) ہے ندوۃ العلماء اور دارالعلوم دیوبند دونوں اداروں کے فاضل تھے، بعد میں کیننگ کالج لکھنؤ سے بی، ایس، سی کا امتحان اوّل درجہ سے کامیاب کیا، دراصل آپ قدیم جدید دونوں کا سنگم تھے۔ عالم دین ہونے کے ساتھ وہ کامیاب ڈاکٹر اور طب یونانی کے بھی ماہر تھے۔

حضرت مولانا کے والد نامدار مولانا سید عبدالحئیؒ (صاحب نزہۃ الخواطر) کی وفات کے بعد آپ ہی نے حضرت مولانا کی تعلیم و تربیت کا انتظام فرمایا۔ اور والد مرحوم کی عدم موجودگی کا احساس نہ ہونے دیا۔

جس کا تذکرہ حضرت مولانا مدظلہٗ انتہائی احسان مندی کے ساتھ کرتے رہتے ہیں۔ اور جس کا اندازہ مندرجہ ذیل خطوط سے بھی ہوتا ہے۔ ۷ رمئی ۱۹۶۱ء میں آپ نے داعئ اجل کو لبیک کہا۔

۴۹

برادر عزیز از جان سلمکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ،

ہم لوگ بفضلہ تعالیٰ اچھے ہیں۔ اچھی پھوا[۵۰] کے خط سے معلوم ہوا کہ تم انکے یہاں نہیں ہو مناسب ہو رہو مگر کھانے کا انتظام اپنا ہو (یہ مقصد نہیں کہ اچھی پھوا کے یہاں بھی اپنا انتظام ہو) مولانا[۵۱] سے روپیہ لیتے رہو۔ اور کھانے کے مصارف ادا کرتے رہو جتنے دن ضرورت مجبور ہو اور جب آنے لگو تو خانپور[۵۲] اور تھانہ بھون ہوتے ہوئے آؤ

---

۴۹ یہ خط لاہور لکھا گیا تھا سنہ غالباً ۱۳۳۱ و ۳۲ ہو، مکتوب الیہ اسوقت مولانا احمد علی صاحب کے مدرسہ میں پڑھتا تھا۔ مرع،،

۵۰ پھوپھی صاحبہ مرحومہ اہلیہ مولانا سید طلحہ صاحب مرع،، ۵۱ مولانا سید طلحہ صاحب مرع،،

۵۲ خانپور کے قریب دین پور ایک بستی وہاں مولانا احمد علی صاحب مدظلہ کے شیخ حضرت خلیفہ غلام محمد صاحبؒ تشریف رکھتے تھے، میری پہلی بیعت حضرت ہی سے تھی (م ع)"

تھانہ بھون میں خواجہ عزیز الحسن صاحب مقیم ہیں۔ ان کے یہاں ٹھہر سکتے ہو۔ تم سے اگر ملاقات نہ ہو تو میرا نام بتا دینا میں انھیں خط بھی لکھ دوں گا۔ جانے سے پیشتر مولانا اشرف علی صاحب کو خط کے ساتھ جوابی لفافہ بھیج دو اور اس میں اپنا مختصر تعارف اس طرح کرا دو کہ فلاں کا بیٹا ہوں، اور اتنی تعلیم حاصل کی ہے۔ اور فلاں سے بیعت کی ہے، اور مقصد آنے کا صرف شرف ملاقات و زیارت ہے، اور اتنے دن تقریباً قیام رہے گا جب مولانا کا جواب آجائے تو اپنے ساتھ یہ جواب لیتے جانا اور پہنچنے پر یہ جواب دکھلا دینا۔

اگر وہاں رہنا مفید معلوم ہو تو کچھ دن ٹھہر جانا گھر کی ضرورتوں کے خیال سے آنے میں جلدی نہ کرنا غالباً جتنے دن وہاں رہو کچھ نہ کچھ خواہ مخواہ پہنچتے رہیں۔ لا یشقی جلیسہم

مولوی مسعود علی صاحب[۵۳] کے جانے کے بعد میں نے پھر طلبہ میں کسی قسم کی تحریک محسوس نہیں کی گویا وہ کبھی آئے ہی نہ تھے اب پھر آنے والے ہیں۔

عطیہ[۵۴] گویا مئو میں ہیں، اپنی خوشی سے گئے ہیں، بطور مہمان کے مقیم ہیں، انکے میزبان کہتے تھے کہ جب تک رہنا چاہیں گے رہیں گے، محمود و محمد ثانی[۵۵] کی تعلیم کا انتظام قابل اطمینان نہیں ہے، میرے خیال میں لکھنؤ میں رہنا چاہیے، اور دار العلوم میں رہنا چاہیے۔

محمد عربی[۵۶] سے فائدہ پہونچے گا۔

---

۵۳ مولانا مسعود علی صاحب ندوی نے کچھ روز مسجد کی تعمیر کے زمانہ میں دار العلوم میں قیام فرمایا تھا۔ اس سے طلبہ میں خاص تحریک اور دلچسپی پیدا ہو گئی تھی۔ "م ع"

۵۴ ایک عرب نوجوان مدینہ طیبہ کے رہنے والے اسوقت دار العلوم میں مقیم تھے۔ "م ع"

۵۵ ہمارے بھانجے "م ع"، ۵۶ ہمارے استاد شیخ تقی الدین الہلالی المراکشی کے چھوٹے بھائی جو اس وقت دار العلوم میں مدرس تھے۔ "م ع"

۵۷ یاد نہیں کس قسم کے اشتہارات مراد ہیں۔ "م ع"

محمود اردو حساب اور دینیات پڑھ سکتے ہیں۔ درجہ ابتدائی میں اشتہارات آنے پر تقسیم کرا دیئے جائیں گے۔

عبد العلی — ۱۶ ؍ اپریل

خ ۵۸

برادرِ عزیز سلمکم اللہ تعالیٰ۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ!

تمہارے متعدد خطوط پہنچے، مگر جواب دینے میں غیر معمولی تاخیر ہوئی، اس سے تمہیں بہت تشویش ہوئی ہوگی۔ ہم لوگ بفضلِ تعالیٰ اچھے ہیں، تمہارے جانے کے بعد ایک بار خدیجہ کو بخار آیا تھا۔ اور ایک بار اسہال کی شکایت ہوئی تھی، اب بحمد اللہ کوئی شکایت نہیں ہے۔ اس سے بہت خوشی ہوئی کہ تمہاری صحت اچھی ہے اور بھوک اور ہضم کی قوت بڑھ گئی ہے۔

جن کپڑوں کی ضرورت تم محسوس کرتے ہو بھیج دیئے جائیں گے، جلد مطلع کرو جب سے باورچی خانے میں کھانا کھانے لگے ہو۔ اس وقت سے ناشتہ کا کیا انتظام کیا ہے اگر کوئی انتظام نہ ہو تو بازار سے پکا ہوا دودھ اور بسکٹ لے کر کھا لیا کرو

غالباً قیام مولانا ہی کے یہاں ہوگا۔ اس سے بھی مطلع کرو، مولانا انور شاہ صاحب ہیں یا گئے؟ اگر ہوں ان سے بھی استفادہ کا موقع ملتا ہے یا نہیں؟ اور یہ بھی لکھو کہ مولانا کی خدمت میں رہنے کا کتنا موقع ملتا ہے، جہاں رہتے ہو وہاں کے دوسرے رہنے والوں کے ساتھ کیسے تعلقات ہیں اور وہ کس قسم کے لوگ ہیں، جب وہاں گئے تھے اس وقت سے اب تک میں کوئی تغیر محسوس کرتے ہو یا نہیں۔ جو کچھ میں نے لکھا ہے اس کا مفصل جواب دینا اور میرے خط کو سامنے رکھ کر لکھنا تاکہ کوئی بات رہ نہ جائے

۵۸؎ یہ خط اس وقت لکھا گیا، جب مکتوب الیہ دارالعلوم میں مقیم تھا اور مولانا مدنی کے درسِ حدیث میں شرکت کرتا تھا، ”ع“

۵۹؎ مولانا سید حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ ”ع“

حضرت مولانا کی خدمت میں سلام عرض کر دینا۔

عبد العلی

لکھنؤ۔ ۲۷ ستمبر ۴۲ء

برادر عزیز از جان علیکم اللہ تعالیٰ۔

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

تمہارے خطوط سے خیریت معلوم ہوتی رہی۔ دل کو بڑا اطمینان رہا۔ وہاں کے حالات سے بھی بڑی خوشی رہی۔ آخری خط سے حضرت سید صاحب کے عہد کا نقشہ سامنے آگیا، دل کی عجیب کیفیت رہی۔ سید صاحب کے تذکرہ سے قلب میں رقت اور نور پیدا ہوتا ہے، وہ تو تھا ہی اس کے ساتھ اس زمانہ کے اندوہ ناک واقعات، اور مسلمانوں کی بدقسمتی نے دل کو ایسا پژمردہ کر دیا کہ اب تک اثر باقی ہے، فتح خاں[۶۱] کا عقاب کا حال سن کر بے اختیار دل چاہا کہ میں بھی وہاں ہوتا، جی چاہتا ہے کہ انہیں کچھ بھیجتا، طول مسافت اگر اس سے مانع ہیں، تو کم از کم جی چاہتا ہے کہ میرا سلام پہونچ جائے۔ خادی خان[۶۲] نے جو کچھ کیا اس سے ہم لوگوں کا دل ٹکڑے ہوتا ہے۔ مگر ان کے اعقاب اگر نادم ہوں اور سید صاحب کی راہ پر ہوں تو ہم ان سے بھی وہی برتاؤ کریں گے، جو سید صاحب نے ان کے بزرگوں کیساتھ کیا۔ شاید اللہ تعالیٰ انھیں یا انکی اولاد کو دین کی کسی خدمت کی توفیق عطا فرمادے، صوبہ سرحد میں تمہارا سفر قریب ختم ہوگا۔ اللہ تعالیٰ اس سفر کو سید صاحب کے مشن کا جز بنائے، اور اس مشن کی تکمیل میں اپنے ان ناچیز بندوں سے بھی کچھ خدمت لے۔

---

[۶۰] یہ خط اس وقت کا ہے جب مکتوب الیہ صوبہ سرحد کے دورے اور پنجتار کے سفر سے (جو کئی سال تک حضرت سید احمد شہید کا مستقر رہا) واپس لاہور آیا تھا۔ اور بھائی صاحب کو پنجتار کا سال لکھ چکا تھا۔ "ع"

[۶۱] سمہ کا رئیس جس کے مرکز پنجتار میں سید صاحب کا عرصہ تک قیام رہا "ع"

[۶۲] ہند کا رئیس جو سید صاحب کے مقابلہ میں مارا گیا۔ "ع"

ہمارے قدیم دشمنوں کی اولاد اگر اللہ کے کام کرنے پر آمادہ ہو تو ہمارے سر اور آنکھوں پر، اللہ تعالیٰ ہمیں البغض فی اللہ والحب فی اللہ کی توفیق عطا فرمائے۔

مولانا الیاس صاحب کا حال آخر میں چودھری نعیم اللہ صاحب سے معلوم ہوا۔ وہ ہولی کی تعطیل میں گئے تھے۔ کہتے تھے کہ دست کے دورے ہوتے ہیں۔ کمزوری زیادہ ہے۔ غذا میں مٹھا ہوتا ہے۔ میری طبیعت تمھارے سامنے سے خراب تھی۔ مختلف شکایتیں بدل بدل کر ہوتی تھی۔ تین سہل لینے کے بعد بہت کمی ہے۔ اب برائے نام شکایت باقی ہے

عبد الغفار صاحب[۶۳] نگرامی علی گڑھ گئے تھے۔ مسلم یونیورسٹی کے دس پندرہ طلبہ میوات کیلئے اور کام کے لئے آمادہ ہو گئے ہیں۔ پھر بلایا ہے۔ بارہ بنکی میں۔ عمران خاں[۶۴] اور مطلوب صاحب[۶۵] بانسہ[۶۶] گئے تھے۔ اچھا کام ہوا اور بنیاد پڑ گئی۔ ہردوئی، گونڈہ اور دلوہ میں بھی کام درپیش ہے۔ یہاں بفضل تعالیٰ خیریت ہے۔

عبد العلی ۲۳؍ مارچ سنہ ۱۹۴۴ء

برادرِ عزیز از جان علمکم اللہ وفقکم لما یحب ویرضیٰ[۶۷]

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

کراچی سے اور پھر کامران کے قریب سے تمھارے خطوط ملے، دوسرا خط تم نے ہوائی ڈاک سے بھیجا تھا۔ مگر وہ تیرہ دن میں پہونچا، معلوم نہیں کیا سبب ہوا۔ بڑی فکر

---

۶۳ مولانا عبد الغفار نگرامی ندوی "ع"

۶۴ مولانا عمران خاں ندوی امیر دار العلوم تاج المساجد بھوپال، اس وقت دار العلوم ندوۃ العلماء کے مہتمم اور مکتوب الیہ کے رفیق "ع"

۶۵ مولانا مطلوب الرحمٰن ندوی نگرامی "ع"

۶۶ حضرت سید عبد الرزاق شیخ ملا نظام الدین کا وطن ضلع بارہ بنکی میں ایک گاؤں "ع"

۶۷ یہ خط سنہ ۴۷ء میں پہلے حج کے موقعہ پر جب مکتوب الیہ والدہ ماجدہ اور اہل خانہ کے ساتھ عزیزی مولوی محمد ثانی سلمہٗ کی معیت میں حجاز اس نیت سے گیا تھا کہ وہاں کے تبلیغی کام میں حصہ لے، اور خاص طور پر عربوں میں دینی دعوت کے لئے زمین تیار کرنے کی کوشش کی جائے، یہ خط مدینہ طیبہ پہونچنے کے بعد ہی ملا۔ "ع"

تھی کہ لاہور اور کراچی کے درمیان خالہ جان کی طبیعت نہ خراب ہو جائے، گرمی کی تکلیف ہوئی، مگر الحمد للہ کہ طبیعت اچھی رہی، پھر سمندر کا سفر اور برسات کا زمانہ اس کی فکر رہی، خط سے معلوم ہوا کہ سات روز طبیعت خراب رہی۔ اس کا اندیشہ ہی تھا اللہ تعالیٰ ان تکلیفوں کو کفارۂ سیئات اور رفع درجات کا ذریعہ بنائے، امید ہے کہ یہ تکلیف بے کار نہ جائے گی، اور وہاں کے کام کے لئے طبیعت کو زیادہ تیار کر دیں گے، چکر اور متلی اور ضعف کی وجہ سے ان ایام میں کام کا موقع ملا۔ تو انشاء اللہ اجر میں کمی نہ ہوگی۔ جس کام کی نیت تھی اور ان عوارض سے وہ نہ ہو سکا، جس کا پورا اجر اللہ تعالیٰ کی بارگاہ سے ملنے کی پوری توقع ہے۔ بلکہ نیۃ المرء خیر من عملہ۔

اچھے رہتے اور کام کرتے تو جتنا اجر ملتا اس سے زیادہ کی توقع رکھنا چاہئے۔ جس سفر پر تم لوگ گئے ہو، اگر اتنا لمبا سفر کسی دوسرے مقصد سے ہوتا تو تم لوگ ہر وقت پریشان رہتے، مگر اس مقصد کی برکت یہ ہے کہ ہم لوگوں کو بڑی خوشی رہتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تم سب کو اپنے دربار میں حاضری کی عزت بخشی۔

ہم لوگ دعا کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ پورے اخلاص کے ساتھ اور سنت کے مطابق عمل عطا فرمائیں اور قبول فرمائیں۔ اگر دل میں کھٹک رہتی ہے تو یہ کہ افسوس کہ میں تم لوگوں کے ساتھ نہ جا سکا۔ دعا کرنا کہ اللہ تعالیٰ دوبارہ یہ سعادت نصیب فرمائے اور میں بھی ہمراہ ہوا۔

انشاء اللہ تعالیٰ اب تم لوگ مسجد نبوی علیٰ صاحبہ الصلوٰۃ والسلام کی حاضری اور روضۂ اقدس کی زیارت سے مشرف ہو چکے ہوں گے۔ یہ خیال کر کے پورا نقشہ آنکھوں کے سامنے پھر رہا ہے۔ اور بے اختیار دل کھنچ رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمارے اور تمہارے دلوں کو اپنی اور اپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت اور اتباع

سے منور فرمائے۔

حج اور زیارت کے سوا دوسرا کام جو اہمیت میں کم نہیں ہے شروع ہو چکا ہوگا، جہاں سے اس کام کی ابتدا ہوئی تھی اور پھر تمام عالم منور ہوا تھا۔ وہی اللہ نے اس کام کے کرنے کا تمھیں موقع عنایت فرمایا ہے، اور جس جگہ ابتدا کی تھی اسی کے ظلِ عاطفت[۴۸] میں کرنے کی توفیق عطا فرمائی ہے۔

اس کا شکر بندہ کے بس سے باہر ہے۔ اللّٰھم لک الحمد والشکر لا احصی ثناء علیک انت کما اثنیت علیٰ نفسک اللہ تعالیٰ کی قدرت عظیم عاجز و ناتواں بندوں سے بڑے سے بڑا کام لے سکتی ہے۔ کیا تعجب کہ اللہ تعالیٰ اس ہیچ کو تناور درخت بنا دے جس کی جڑ اس ارضِ پاک میں ہو اور شاخیں تمام عالم کو اپنے سایہ میں لے لیں۔

ممکن ہے کہ جو بیج تمھارے ہاتھوں لگ رہا ہے وہ کزرعٍ اخرج شطأہ فآزرہ فاستغلظ فاستوی علیٰ سوقہ یعجب الزراع لیغیظ بہم الکفار کا مصداق ثابت ہو۔ اپنے کام کو ہیچ اور ناکارہ سمجھتے ہوئے اس نتائج کو محض تائیدِ الٰہی کی امید پر بڑے سے بڑا اور اہم سے اہم سمجھنا چاہیے اور اسی تخیل کے مطابق اجر کی امید رکھنی چاہیے، اور انا عند ظن عبدی بی کا خیال کر کے اس کے ملنے کا یقین رکھنا چاہیے۔ کام کرتے وقت حوصلہ بلند رکھنا چاہیے اور تمام عالم کو نگاہ میں رکھنا چاہیے۔ ایک دفعہ تمام عالم یہاں کی سعادت سے منور ہو چکا ہے۔ دعا کرنی چاہیے کہ پھر اللہ تعالیٰ یہیں سے امت کے نشاۃِ ثانیہ کا سامان کر دے اور تمھیں بھی اس کا ذریعہ بننے کی توفیق عطا فرمائیں اور ہم دور افتادہ

---

[۴۸] [illegible] صلی اللہ علیہ وسلم

دعا گویوں کو محض اپنے لطف وکرم سے تم لوگوں کے ساتھ شامل فرمائے، حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ توقع بے جا نہیں ہے، کسی عمل سے رضا مندی بھی اجر کا سبب بنتی ہے۔ تمہیں اندازہ ہوگا کتنا عظیم الشان کام ہے، گویا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خلافت ہے۔ پھر اس کے لئے کتنی جد وجہد درکار ہوگی، یہی کام ایسا ہے جس کے لئے آدمی مر مٹے، اور اس کا اجر اپنے کرم کے اندازہ سے عطا فرمائے، رابعہ کو جو تم نے میرے خط میں لکھا تھا وہ میں انشاء اللہ کل ان کو لکھ دوں گا۔ آج کے خط میں لکھنا بھول گیا، امید ہے کہ خالہ جان ہمشیرہ محمہ ثانی اور سب خیریت سے ہوں گے سب سے سلام اور دعا کہہ دینا، معین کی والدہ کا ہیضہ میں انتقال ہو گیا۔ دعائے مغفرت کرنا اور خالہ جان سے بھی کہنا، خالہ جان اور ہمشیرہ سے کہنا کہ امید ہے کہ دعاؤں میں فراموش نہ کریں گی۔ تم سے تو اس کے کہنے کی ضرورت نہیں اور ان سے بھی بغیر کسی کہے ہوئے اس کی امید ہے۔

ساتویں یا دسویں دن خط لکھ دیا کرنا امید ہے کہ مدینہ طیبہ سے ہوائی ڈاک پہونچ جایا کرے گی، سب تمہیں خالہ جان ہمشیرہ وغیرہ کو سلام کہہ رہے ہیں، فضل عظیم اور دوسرے متعارف حضرات سلام قبول فرمائیں۔

عبد العلی

۱۰ ر رمضان المبارک ۱۳۶۶ھ لکھنؤ

خیر النساء صاحبہ بہتر — حضرت مولانا مدظلہ کی والدہ مرحومہ خیر النساء بہتر سید ضیاء النبیؒ کی صاحبزادی تھیں جو اپنے وقت کے شیخ کامل تھے،

مرحومہ خیر النساء بہتر وقت کی رابعہ بصریہ تھیں، خدا نے ان کو نوافل عبادات کے ذوق اور دعاء ومناجات کی حلاوت سے نوازا تھا۔ مرحومہ قرآن کی حافظہ تھیں

"حسن معاشرت" آپ کی مقبول عام کتاب ہے۔ بلا شائبہ ریب حضرت مولانا علی میاں دامت برکاتہم کی شخصیت سازی میں مرحومہ کی تعلیم و تربیت کا غیر معمولی اثر ہے۔ اور ان کی معتدل دعاؤں کے طفیل حضرت مولانا جس بلند مرتبہ پر فائز ہیں وہ کسی سے پوشیدہ نہیں ہے۔

مندرجہ ذیل خطوط سے اس کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے، یکم ستمبر ۱۹۶۸ء کو آپ نے اس دار فانی سے کوچ فرمایا۔ رحمہا اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃً

عزیزی علی سلمہ، دعا۔

تمھارا اب تک کوئی خط نہیں ملا روز انتظار کرتی ہوں، مجبوراً آگر خود لکھتی ہوں۔ جلد اپنی خیریت کی اطلاع دو۔

عبد العلیؒ کے آنے سے اطمینان ضرور ہوا۔ مگر تمھارے خط سے تو اور تسکین ہوتی عبد العلی سے میں نے تمھاری دوبارہ طبیعت خراب ہونے کا ذکر کیا تو انہوں نے کہا کہ "علی کو اپنی صحت کا بالکل خیال نہیں۔ جو وقت تفریح کا ہے وہ پڑھنے میں گزارتے ہیں"، میں نے کہا۔ تم روکتے نہیں۔ کہا بہت کچھ کہہ چکے اور کہتے رہتے ہیں۔ مگر وہ نہیں خیال کرتے، اس سے سخت تشویش ہوئی۔ اول تو تمھاری بے خیالی اور ناتجربہ کاری اور پھر بے موقع محنت۔ جس سے اندیشہ ہوا۔

علی، مجھے امید تھی کہ تم انگریزی کی طرف مائل نہ ہوگے، مگر خلاف امید تم کہنے میں آگئے، اور اتنی محنت گوارہ کر لی، خیر بہتر، جو کچھ تم نے کیا، یہ بھی اس کی حکمت ہے، بشرطیکہ استخارہ کر لیا ہو۔

مجھے تو انگریزی سے بالکل انسیت نہیں، بلکہ نفرت ہے، مگر تمھاری خوشی منظور ہے

پنڈت ڈاکٹر حکیم مولانا سید عبد العلیؒ سابق ناظم ندوۃ العلماء، برادر اکبر مصنف ۱۲ع

علی، دنیا کی حالت نہایت خطرناک ہے، اس وقت عربی حاصل کرنے والوں کا عقیدہ ٹھیک نہیں، تو انگریزی والوں سے کیا امید؟ بجز عبد العلی اور طلحہ[1] کے تیسری مثال نہ پاؤگے، علی، اگر لوگوں کا عقیدہ ہے کہ انگریزی والے مرتبہ حاصل کر رہے ہیں کہ کوئی ڈپٹی ہو گیا اور کوئی جج، کم از کم وکیل اور بیرسٹر ہونا تو ضروری ہے، مگر میں بالکل اس کے خلاف ہوں میں انگریزی والوں کو جاہل اور ان کے علم کو بے سود اور بالکل بیکار سمجھتی ہوں، خاص کر اس وقت میں، نہیں معلوم کیا ہو، اور کس علم کی ضرورت ہو۔ اس وقت میں البتہ ضرورت تھی، اس مرتبہ کو تو ہر کوئی حاصل کر سکتا ہے، یہ عام ہے کون ایسا ہے جو محروم ہے وہ چیز حاصل کرنا چاہیئے جو اس وقت گراں ہے، اور کوئی حاصل نہیں کر سکتا جس کے دیکھنے کو آنکھیں ترس رہی ہیں۔ اور سننے کو کان مشتاق ہیں، آرزو میں دل مٹ رہا ہے مگر وہ خوبیاں نظر نہیں آتیں"

افسوس ہم ایسے وقت میں ہوئے۔ علی، تم کسی کے کہنے میں نہ آؤ اگر خدا کی رضامندی حاصل کرنا چاہتے ہو اور میرے حقوق ادا کرنا چاہتے ہو تو ان بھولوں پر نظر کرو، جنہوں نے علم دین حاصل کرنے میں عمر گزار دی، انکے مرتبے کیا تھے، شاہ ولی اللہ صاحب رح، شاہ عبد العزیز صاحب رح وشاہ عبد القادر صاحب رح مولوی ابراہیم[2] صاحب رح اور تمہارے بزرگوں میں خواجہ احمد[3] صاحب رح اور مولوی محمد امین[4]

---

[1] مولانا سید طلحہ حسنی ایم، اے راقم سطور کے پھوپھا تھے اور عربی زبان وادب کے زبردست عالم تھے "م ع"

[2] اس سے مراد مولانا ابو محمد ابراہیم آروی مشہور اہلحدیث عالم ہیں، جو ہمارے نانا شاہ ضیاء النبی صاحب رح کے مرید اور بڑے ربانی حقانی عالم تھے ان کا وعظ بڑا موثر اور رقت آمیز ہوتا تھا ان کے ایک وعظ سے ہمارے خاندان کے نوجوانوں کی بڑی اصلاح ہوئی اور ان کی کایا پلٹ گئی، ۲۶ ذی الحجہ ۱۳۱۹ھ کو مکہ معظمہ میں وفات پائی۔ اور جنت المعلیٰ میں مدفون ہوئے "م ع"

[3] یعنی مولانا سید خواجہ احمد نصیر آبادی جو حضرت سید احمد شہید کے بیک واسطہ خلیفہ اور

(بقیہ حاشیہ صـ۷ پر)

صاحب مرحوم جن کی زندگی اور موت قابل رشک ہوئی۔ کس شان و شوکت کے ساتھ دنیا برتی اور کیسی کیسی خوبیوں کے ساتھ رحلت فرمائی۔ یہ مرتبے کیسے حاصل ہو سکتے ہیں، انگریزی مرتبے والے تمھارے خاندان میں بہت دور ہوں گے مگر اس مرتبے کا کوئی نہیں، اس وقت بہت ضرورت ہے، ان کو انگریزی سے کوئی انس نہ تھا، یہ انگریزی میں جاہل تھے، یہ مرتبہ کیوں حاصل ہوا۔

علی! اگر میرے سو اولادیں ہوتیں تو سب کو میں یہی تعلیم دیتی۔ اب تم ہی ہو۔ اللہ تعالیٰ میری خوش نیتی کا پھل دے کہ سب کی خوبیاں تم سے حاصل ہوں، اور میں دارین میں سرخرو اور نیک کام اور صاحب اولاد دکھلاؤں، آمین ثم آمین میں خدا سے ہر وقت دعا کرتی ہوں کہ وہ تم میں ہمت اور شوق دے، اور خوبیاں حاصل کرنے کا اور تمام فرائض ادا کرنے کی توفیق دے، آمین اس سے زیادہ مجھے کوئی خواہش نہیں، اللہ تعالیٰ تمھیں ان مرتبوں پر پہونچائے اور ثابت قدم رکھے۔ آمین۔

علی! ایک نصیحت اور کرتی ہوں بشرطیکہ تم عمل کرو، اپنے بزرگوں کی کتابیں کام میں لاؤ، اور احتیاط لازم رکھو، جو کتاب نہ ہو وہ عبدالعلی کی رائے سے خرید باقی وہی کتابیں کافی ہیں، اس میں تمھاری سعادت مندی ظاہر ہوگی اور کتابیں برباد نہ ہوں گی اور بزرگوں کو خوشی ہوگی، اس سعادت مندی کی مجھے بیحد خواہش ہے کہ تم ان کتابوں کی خدمت کرو۔ جو روپیہ خرچ کرو انھیں ضرور تولہ میں یا کھاد۔

(بقیہ حاشیہ ص ۶۹) حضرت شاہ ضیاء النبیؒ اور مولانا سید فخر الدینؒ کے شیخ و مرشد تھے، توحید و سنت کی اشاعت اور اصلاح و تربیت میں ان کا پایہ بلند تھا، ۱۲۸۹ھ میں انتقال ہوا۔ "ع"

تلہ مولانا سید محمد امین نصیر آبادی مراد ہیں، جن سے ضلع رائے بریلی، سلطانپور، پرتابگڈھ اور انکے نواح میں بڑی اصلاح اور ترک و بدعت کی بیخ کنی ہوئی، انتقال ۱۳۰۹ھ میں ہوا۔ "ع"

قرض کبھی نہ لو۔ ہو تو خرچ کرو ورنہ صبر کرو، طالب علم یوں ہی علم حاصل کرتے ہیں، تمھارے بزرگوں نے بہت کچھ مصیبتیں سہی ہیں، اس وقت کی تکلیف باعثِ فخر سمجھو، جو ضرورت ہو ہمیں لکھو، میں جس طرح ممکن ہوگا پورا کروں گی، خدا مالک ہے مگر قرض نہ کرنا۔ یہ عادت ہلاک کرنے والی ہے اگر وفائے وعدہ کرو تو کچھ حرج نہیں، صحابہؓ نے قرض لیا ہے مگر ادا کر دیا ہے۔ ہم کون چیز ہیں۔ علی! یہ بھی تمھاری سعادت مندی ہے کہ میری نصیحت پر عمل کرو۔

حلوہ ابھی تیار نہیں ہو سکا، انشاء اللہ موقع ملتے ہی تیار کر کے بھیجوں گی، اطمینان رکھو۔ بہت جلد خیریت کی اطلاع دو، اگر دیر کروگے تو میں سمجھوں گی کہ میری نصیحت تمھیں ناگوار ہوئی، انشاء اللہ رمضان شریف میں تم سے وعظ کہلاؤں گی۔ اللہ تعالیٰ میری خواہش سے زیادہ تمھیں توفیق دے کہنے کی، اور تمھارا کلام پُر اثر اور خدا کی خوشی و رضا مندی کے قابل ہو۔ (آمین)

اللّٰھم آتنی افضل ما توتی عبادک الصالحین، باقی خیریت ہے تم خدا کی رحمت سے تیار رہو، تم نے وعدہ بھی کیا ہے۔

تمھاری والدہ۔

نور چشم علی سلمہ،

دعا اور بہت دعا۔ تمھارا خط سخت انتظار اور متواتر خطوط بھیجنے کے بعد ملا، بحد خوشی اور اطمینان حاصل ہوا۔ مگر جو تم نے سندھ جانے کا ارادہ ظاہر کیا ہے، اس سے فکر ضرور پیدا ہو گئی ہے نہیں معلوم وہ کدھر ہے اور وہاں کے حالات کیا ہیں اور کتنے روز رہنا ہوگا۔ اگر عبد[۵] اور طلحہ[۶] کی رائے ہو تو مناسب ہے، مگر تم کل حالات

---

۵ ڈاکٹر سید عبدالعلیؒ ۶ مولانا سید طلحہ حسنیؒ

سے اطلاع دو تو بہتر ہے کہ اطمینان ہو جائے، اللہ تعالیٰ تمھیں پوری کامیابی عطا فرمائے۔ بس یہی آرزو ہے۔ یہی وجہ تھی کہ جو اس دور دراز سفر کیلئے گوارہ کر لیا۔ ورنہ ایسے دل والوں کے لئے سخت دشوار اور ناممکن تھا۔ منظور کرنا۔ تمھیں اس کی حفاظت میں دے سکتی ہوں، وہ بڑا خوب حفاظت کرنے والا اور ساتھ دینے والا ہے، میں کیا کر سکتی ہوں۔ اوندھی کھوپڑی کی۔

ترے محفوظ کو کوئی ضرر پہونچا نہیں سکتا

عناصر چھو نہیں سکتے، فلک دھمکا نہیں سکتا

بس یہ کہہ کر دل کو سمجھا لیتی ہوں، مگر پورا یقین ہے اس کی رحمت پر اللہ تعالیٰ سے ہر وقت دعا ہے کہ وہ تمھیں توفیق دے۔ نیک کاموں کی، اور علوم دین کے پورے مرتبے پر پہونچائے۔ اور ثابت قدم رکھے کر دنیا اور آخرت میں نیک نام، (سدا آمین) میری دلی تمنا ہے کہ دونوں جہاں کی خوبیاں تمھیں حاصل ہوں۔ اور تم قابل رشک ہو جاؤ اور میں اپنی کوشش میں کامیاب ہوں، آمین۔ یہ سب سفر مبارک ہوں۔ آمین۔ اللہ تعالیٰ تم سے وہ کام کروائے جو تمہاری فلاح و بہبودی میرے آرام و راحت اور خدا کی رضامندی اور خوشی کا باعث ہو۔ آمین۔ تم اپنی خیریت سے جلد اطلاع دیتے رہو۔ جہاں بھی ہو وہ مالک ہے، ہم پر رحم کرے گا۔ اور جو کچھ فیض حاصل ہو مجھے اطلاع دو۔ دعا

تمھاری والدہ

عزیزی علی سلمہٗ، دعا ہا۔

تمھارا کارڈ پہنچا یہ معلوم کر کے بیحد خوشی ہوئی کہ تمھارے پرچے اچھے گزرے اور اس مرتبہ پرچوں میں خطرہ تھا۔ خدا سے ہر وقت دعا کرتی ہوں اس کی رحمت کا انتظار کرد جب اس کی رحمت سے نتیجہ ظاہر ہو جائے۔ روز صبح کو سنت اور فرض کے درمیان خشوع

خضوع کے ساتھ سورۂ فاتحہ اکتالیس بار پڑھتے رہو اور اول و آخر گیارہ گیارہ بار درود شریف، یہ بہت مختصر ہے اور پھر فرض پڑھ کر فاتحہ ایک بار، الم نشرح تین بار انا انزلناہ گیارہ بار پڑھ لیا کرو۔ اوّل آخر درود جس قدر ممکن ہو تو دونوں وقت پڑھو اور خدا پر بھروسہ رکھو۔ یہ مناجات تمھارے لئے خدا سے کی ہے۔ خدا کرے مقبول ہو۔ آمین۔

سدا ہے ترے مجھ پہ انعام ہیں — ہیں انعام بھی اور اکرام ہیں
جو مانگا دیا اور دیا بے طلب — پھری میں ترے در سے محروم کیا
تھی جو کچھ مجھے فکر سب دور کی — میں لائی جو چاہت وہ منظور کی
ترے فضل کی کچھ نہیں انتہا — جو آیا ترے در پہ وہ خوش ہوا
تری شان رحمت سے ہے یہ بعید — پھرے در سے تیرے کوئی نا امید
کرم کر مرے حال پر بھی کریم — کہ ہے نام تیرا غفور و رحیم
مری سعی و کوشش نہ برباد کر — ترے در پہ آئی ہوں امداد کر
دعا جلد میری ہو مستجاب — علیؔ ہو ترے فضل سے کامیاب
وہ ہو کامیابی جو ہو باسند — ہو ایسی سند جو کہ ہو مستند
نہ ہو فکر کوئی نہ رنج و تعب — تمنائیں بر آئیں میری یہ سب
خطاؤں پہ ان کے نہ کر تو نظر — یہ بندے ہیں تیرے تو ہی رحم کر
جہاں میں سدا دونوں پھولیں پھلیے — سدا یہ شریعت پہ قائم رہیں
یہ سب بہن بھائی رہیں شاد کام — جہاں میں ہو اقبال ان کا غلام
خزاں میں جو ہے آج فصل بہار — یہ سب فضل تیرا ہے پروردگار

لے ڈاکٹر مولانا سید عبد العلی حسنی، ابو الحسن علی ندوی، سیدہ عزیزہ ... اور سیدہ امۃ اللہ تسنیم ہمشیران ہر دو برادران۔ ع

فصلِ بہاری رہے تا حیات
ہو بہتر سے بہتر حیات و ممات

نواب علی حسن خاں صاحب نواب علی حسن خاں صاحب۔ نواب صدیق حسن خاں بہادر، رئیس بھوپال کے فرزند تھے نواب مرحوم ادیب عالم اور صاحب قلم تھے، "فطرۃ الاسلام" اور "مآثر صدیقی" انکی بہترین کتابیں ہیں تحریک ندوہ سے وابستہ تھے، ایک طویل عرصہ تک دار العلوم ندوۃ العلوم کے ناظم رہے۔

حضرت مولانا کے والد محترم سے بڑی انسیت تھی۔ ان کے احباب خاص میں تھے۔ ۲۳ رمضان ۱۳۵۵ھ مطابق ۱۹ نومبر ۱۹۳۶ء کو ۷۲ سال کی عمر میں وفات پائی

(۱۳ رجب المرجب ۱۳۴۱ھ ۱۰ فروری ۱۹۲۳ء بروز جمعہ)

عزیز من ابوالحسن علی سلمہ اللہ تعالیٰ

دعائیکہ از بہ دل برخیزد حرز جان عزیز باد، تم کو اس کا افسوس اور قلق ہوگا کہ تمہارے شفیق اور مخزن روزگار پدر بزرگوار جناب مولانا حکیم سید عبد الحئی ناظم ندوۃ العلماء نے انتقال فرمایا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

لیکن اے لخت جگر اگر غور کرو تو تم کو معلوم ہوگا کہ دنیا کا یہی دستور ہے اور کوئی بھی دنیا میں نہ ہمیشہ رہا اور نہ رہے گا۔

ہوئے نامور بے نشاں کیسے کیسے
زمیں کھا گئی آسماں کیسے کیسے

اس واسطے جو خدا کے نیک بندے ہوتے ہیں، دنیا کی چند روزہ بہار

---

۵۳ ۔ یہ خط نزہۃ الخواطر کے مصنف حضرت مولانا علی میاں مدظلہ کے والد نامدار مولانا سید عبد الحئی کے سانحۂ ارتحال پر محمد علی حسن مرحوم کا تعزیتی مکتوب ہے۔

کی کچھ حقیقت نہیں سمجھتے اور آخرت کی زندگی کو حیاتِ جاودانی سمجھتے ہیں اور ایسے کام کرتے ہیں جس میں خدا اور اس کے رسول کی خوشنودی ہوتی ہے۔

تمہارے خاندان میں بھی ایسے بزرگانِ دین گزرے ہیں جنہوں نے اسلام کی راہ میں بڑی بڑی قربانیاں دی ہے۔ جن کی وجہ سے ان کے نام اب تک روشن ہیں۔ اور خدا نے انہیں جنت دی ہوگی۔ تم انھیں بزرگوں کی اولاد میں ہو تمہاری رگوں میں انہیں کا خون ہے اس واسطے تمہارے ساتھ خدا کی رحمت شامل ہے اور انشاء اللہ تم بھی ایسے عالم و فاضل زاہد اور عابد نکلوگے، ایسی حالت میں تم اپنے دل میں یہ خیال نہ کرو کہ بابا نہیں ہیں تو ہم کیونکر اور کس طرح پڑھیں گے میں نے سنا ہے کہ تم لوگ تسبیہ کہتے ہو، خدا کے فضل سے تمہارے بڑے بھائی جو بڑے قابل اور بڑے فاضل ہیں تمہاری تعلیم کا بہت اچھا انتظام کریں گے۔

علاوہ اس کے اس وقت سب لوگوں کی توجہ تمہاری طرف ہے بس تم ہرگز ہرگز نہ گھبراؤ۔ خدا چاہے گا تو تم بہت اچھی طرح اور بڑے آرام و آرائش سے ..... پڑھوگے، آخر میں دعا کرتا ہوں کہ خدا تمہاری عمر دراز کرے کہ خاندان کا نام روشن کردو۔

تمہارا دردمند، شریکِ ماتم خاکسار

محمد علی حسن

شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب کاندھلوی رح مصنف تبلیغی نصاب ~~حجتہ بشارت جلیل~~ شیخ کا خط

حضرت مولانا ذکریا صاحب رح کی ولادت باسعادت ۱۳۱۵ھ کو ہوئی۔ آپ نے مکمل تعلیم ~~اپنے~~ والد ماجد سے حاصل کی۔

بیعت و ارادت کا تعلق مولانا خلیل احمد صاحب سہارنپوری سے تھا جن کے

فیض تربیت نے آپ کو جوہر کامل بنا دیا

اوجز المسالک شرح مؤطا امام مالک حضرت شیخ کی بڑی زبردست علمی خدمت ہے۔ نماز، قرآن، حج اور صدقات، درود شریف، ذکر وغیرہ کے فضائل میں آپکے کئی رسائل ہیں۔ جن سے لاکھوں بندگانِ خدا فیض اٹھا رہے ہیں

حضرت مولانا علی میاں صاحب کے بڑے گہرے روابط تھے۔ آپ کا انتقال حال ہی میں ۱۴۰۲ھ کو مدینہ منورہ میں ہوا۔

باسمہ سبحانہٗ

المخدوم المکرم حضرت الحاج علی میاں صاحب زادمجدکم،

بعد سلام مسنون، کل ۱۷ فروری ۱۹۸۲ء کو ظہر کی نماز کے بعد عزیزی مولوی حبیب اللہ نے حادثہ جانکاہ کی خبر سنائی کہ ظہر سے پہلے جبکہ میں سو رہا تھا نوروں صاحب کا ملازم آیا۔ اور خبر بتا گیا کہ آج ساڑھے گیارہ بجے دن میں "محمد ثانی حسنی" کا انتقال ہوگیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون" اللھم اجرنا فی مصیبتنا وعوضنا خیرا منھا۔ للہ ما اخذ ولہ ما اعطی وکل شیء عندہ بمقدار،

إن العین قد مع والقلب یحزن — آنکھ نمناک ہو گئی ہے اور دل غمگین ہوتا ہے

ولا نقول الا ما یرضی ربنا — مگر ہم وہی کہیں گے جو ہمارے رب کو راضی کرے

وانا بفراقک یا محمد لمحزونون — اور ہم اے محمد تمہاری جدائی میں غمزدہ ہیں

علی میاں ا

حضرت امام شافعیؒ کا وہ شعر یاد آ رہا ہے جو انہوں نے حضرت امام عبدالرحمن بن مہدی کو ان کے صاحبزادہ کی تعزیت میں لکھا تھا

انی معزیک لا انی علی ثقۃ — من الحیاۃ ولکن سنۃ الدین

میں تم سے تعزیت دین کی پیروی کر رہا ہوں، نہ کہ اس یقین پر کہ مجھے زندگی کا بھروسہ ہے

فما المعزی بباق بعد میتہ ولا المعزی ولو عاشا الی حین

کیونکہ یہ حقیقت ہے کہ وفات پاجانے کے بعد جن سے اس کی تعزیت کی جارہی ہے نہ وہ باقی رہنے والے ہیں اور نہ تعزیت کرنیوالے ہی کو بقا ہے اگرچہ ایک مدت تک زندہ رہے علی میاں! حادثہ جانکاہ کی خبر سن کر دل پر کیا گزری بیان نہیں کر سکتا ادھر آپ کی پیرانہ سالی اور پے در پے حادثات کا تسلسل اور بھی موجب رنج وقلق ہے، مگر محض رنج وقلق سے نہ جانے والے کو فائدہ، نہ رہنے والے کو سکون، میں نے خبر سنتے ہی اپنے دستور کے موافق دوستوں کو ایصال ثواب اور دعائے مغفرت کی تاکید شروع کر دی، کہ میرے یہاں اصل یہی تعزیت ہے "اور اس کے بہت سے واقعات میری "آپ بیتی" میں بھی گزر چکے ہیں، اللہ تعالیٰ مرحوم کی مغفرت فرمائے، اجر جزیل عطا فرمائے۔ اور پسماندگان کو خصوصاً آپ کو صبر جمیل۔

اس وقت رہ رہ کر عزیز مرحوم کی خوبیاں اور باتیں یاد آرہی ہیں اور آپ کا خیال بھی بار بار آرہا ہے کہ آپ پر کیا گزر رہی ہوگی۔

قربان جائیے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر کہ ہر حرکت وسکون کے اعمال کو ہمارے لئے بیان فرما گئے۔ اور اللہ تعالیٰ جزائے خیر دے ان صحابہ ومحدثین کو جو ان سب چیزوں کو محفوظ فرما گئے۔ اس وقت بھی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک تعزیتی مکتوب جو حضرت معاذ بن جبل کو لکھوایا تھا۔ نقل کر رہا ہوں۔ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کے ایک صاحبزادے کا انتقال ہوگیا، اس پر آپ نے یہ مکتوب مبارک لکھوایا۔

من محمد رسول اللہ الیٰ	اللہ کے رسول محمد (علیہ الصلاۃ والسلام)
معاذ بن جبل سلام اللہ علیک	کی طرف سے معاذ بن جبل کے نام، میں پہلے اس
فانی احمد اللہ الذی لا الٰہ الا	اللہ تعالیٰ کی تم سے حمد بیان کرتا ہوں جسکے
ھو اما بعد! ... فعظم اللہ	سوا کوئی معبود نہیں (بعد ازاں دعا کرتا ہوں)

لک الاجر والھم الصبر
ورزقنا وایاک الشکر ثم
إن أنفسنا واموالنا وأھالینا
واولادنا من مواھب اللہ عز
وجل الھنیئة وعواریہ المستودعة
متعک اللہ بہ فی غبطة وسرور
وقبضہ منک بأجر کبیر الصلوٰة والرحمة
والھدی إن احتسبتہ

. . . .

. . . .

. . . .

. . . .

. . . .

یا معاذ فاصبر ولا یحبط جزعک
اجرک فتندم علیٰ ما فاتک
واعلم أن الجزع لایرد میتا
ولایدفع حزنا فلیذھب أسفک
علی ما ھو نازل بک فکان قد

والسلام

اور یہ حدیث مشہور ہے ہی
اشد الناس بلاء الأنبیاء ثم الامثل

اللہ تعالیٰ تم کو اس صدمہ کا اجر عظیم دے اور
تمہارے دل کو صبر عطا فرمائے اور ہم کو اور تم کو
نعمتوں پر شکر کی توفیق دے۔ حقیقت یہ ہے کہ
ہماری جانیں اور ہمارے مال اور ہمارے
اہل عیال یہ سب اللہ تعالیٰ کے عطیے
ہیں اور اسکی سپرد کی ہوئی امانتیں ہیں اللہ تعالیٰ نے
جب تک چاہا خوشی اور عیش کے ساتھ تم کو اس
سے نفع اٹھانے اور جی بہلانے کا موقع دیا
اور جب اس امانت کو اٹھالیا اس کا بڑا اجر
دینے والا ہے۔
اللہ کی خاص نوازش اور اسکی رحمت اور اسکی طرف
سے ہدایت کی تم کو بشارت ہے۔ اگر تم نے اس
ثواب اور رضائے الٰہی کی نیت سے صبر کیا۔
پس اے معاذ ایسا نہ ہو کہ جزع فزع تمہارے
اجر کو غارت کردے اور پھر تمہیں ندامت
ہو۔ اور یقین رکھو کہ جزع فزع سے گیا ہوا مرنے والا
واپس آتا۔ اور نہ اس سے دل کا رنج و غم دور
ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو حکم نازل
ہوتا ہے وہ ہو کر رہنے والا ہے بلکہ یقیناً ہو چکا ہے

مومن مرد و عورت برابر جان و مال اور اولاد

فی نفسه وولده ومالہ حتی یلقی اللہ تعالیٰ وماعلیہ خطیئۃ ۔

میں مصیبت سے دوچار ہوتے رہتے ہیں یہاں تک کہ وہ اللہ تعالیٰ سے اس حال کہ ان پر کوئی گناہ نہیں ہوتا۔

پھر :-

اشد الناس بلاء الانبیاء ثم الامثل فالامثل یبتلی الناس علی قدر دینھم فمن ثخن دینہ اشتد بلاؤہ ومن ضعف دینہ ضعف بلاؤہ وان الرجل لیصیبہ البلاء حتی یمشی فی الارض ماعلیہ خطیئۃ ،

سب سے زیادہ مصیبتوں سے انبیاء کو دوچار پڑتا ہے پھر ان کے جو اتنا قریب ہوتا ہے لوگوں کی آزمائش ان کے دین کی مناسبت سے ہوتی ہے، جس کا دین مضبوط ہوتا ہے اسکی آزمائش بھی سخت ہوتی ہے۔ جس کا دین کمزور ہوتا ہے اسکی آزمائش بھی ہلکی ہوتی ہے، اور آدمی برابر مصیبت میں مبتلا رہتا ہے حتیٰ کہ زمین پر اس طرح چلتا ہے کہ اس پر کوئی گناہ نہیں ہوتا ہے

یہ بھی آپ کے اور آپ کے خانہ ان کے حسب حال ہے

اپنی بیماری اور معذوری میں یہ مختصر خط لکھوا دیا ہے اسی کو عزیز مرحوم کی والدہ، اہلیہ اور بچوں کو پڑھوا دیں۔ اور اپنے دیگر اعزہ کو بھی ہر ایک کو الگ الگ لکھوانا میرے لئے اس حال میں بہت مشکل ہے۔ اخیر میں بدوی کے دو شعروں پر ختم کرتا ہوں جو اس نے حضرت عباس کی وفات پر عبداللہ بن عباس کو بطور تعزیت سنائے تھے۔

اصبر نکن بک صابرین فانما صبر الرعیۃ بعد صبر الراس

آپ صبر کیجئے تو ہم بھی آپ کی اتباع میں صبر کریں گے۔ کیونکہ رعایا اس وقت صبر کرتی ہے، جب بادشاہ صبر سے کام لے

خیر من العباس اجرك بعده ۔ والله خیر منك للعباس

حضرت عباس رض کے انتقال کے بعد آپ کا اجر زیادہ باعث خیر ہے، اور حضرت عباس کے مقابلہ میں آپ کے لئے اللہ زیادہ بہتر ہے۔

عزیز حمزہ اس کی والدہ، عزیزانم محمد رابع، محمد واضح مولانا معین اللہ صاحب، مولانا سعید الرحمن صاحب اور دیگر اعزا سے سلام مسنون کے بعد مضمون واحد۔

فقط والسلام

حضرت شیخ الحدیث صاحب

بقلم، حبیب اللہ مدینہ طیبہ

۱۷/ فروری ۱۹۸۲ء

ذیل میں جو خطوط درج ہیں؛ جو حضرت مولانا دامت برکاتہم کی والدہ مرحومہ کی تعزیت کے سلسلہ میں ہیں۔

مکرم محترم مد فیوضکم۔ بعد سلام مسنون۔ اسی وقت مولوی نصیر صاحب نے اخبار الجمعیۃ میرے پاس ایک شخص کے ہاتھ بھیجا کہ یہ چند سطور مجھے سنا دیں اس میں حادثہ جانکاہ کی اطلاع تھی۔ اس سے بہت زیادہ رنج و قلق ہوا، مگر کئی دن سے مولوی معین اللہ صاحب کے خط سے سوار تھی۔ انہوں نے لکھا تھا کہ والدہ محترمہ کی شدت علالت کا تار آپ کو بھوپال دیا گیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

للہ ما اخذ ولہ ما اعطی وکل شیء عندہ الی اجل مسمی۔ اللہ جل شانہ درجات عالیہ نصیب فرمائے۔ پسماندگان کو بالخصوص آپ کو صبر جمیل، اجر جزیل عطا فرمادے۔ مرحومہ کے لئے تو آپ جیسا خلف صدق صدقہ جاریہ ہے۔ جتنے کے لئے کافی سے بھی زیادہ ہے۔ احباب سے دعائے مغفرت و ایصال ثواب کی تاکید کر دی ہے

یہ ناکارہ تو آج انشاء اللہ رات کو قرآن ختم کرنے والا ہے، وہ والد مرحوم کی خدمت میں پیش کرنے کا ارادہ ہو چکا ہے۔ گھر کی بچیوں کو بہت تاکید کر دی ہے ان بچیوں کو اللہ بہت جزائے خیر دے کہ ان کے یہاں مخصوص اکابر و اعزا کے لئے ختم قرآن اور ختم کلمہ طیبہ کا بہت ہی اہتمام ہوتا ہے، جملہ اعزا کی خدمت میں سلام مسنون کے بعد تعزیت کا مضمون پیش کر دیں، عزیز محمد ثانی موجود ہوں تو ان سے بھی اور ہمشیرہ و اہلیہ سے بھی سلام مسنون۔ (۷ رجب ۱۳۸۸ھ)

والانیاز جناب مکرم و معظم جناب مولوی سید ابوالحسن علی میاں صاحب ادام اللہ برکاتہ علینا۔

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

خبر وحشت اثر جانکاہ معلوم ہوتے ہی اس ناکارہ معصیت آلودہ سیئات شعار نے فی الفور خط روانہ کیا تھا۔ اس خط سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ خط نہیں پہنچا جناب والا صفات مولوی قاری حافظ محمد عمران خاں صاحب تشریف لے جا رہے تھے۔ اس وقت عاصی کا ارادہ ان کے ہمراہ حاضر ہونے کا ہو گیا تھا۔ اس کے بعد یہ جذبہ بہت بڑھا، مگر بعض عوارض اور مجبوریوں نے منع رکھا حضرت محترمہ انشاء اللہ بفضل منان و کرم الٰہی اللہ جل شانہ کے دربار میں اس حیات و عزت و عیش ابدی میں شامل ہوتی ہوں گی۔ اس کے بعد لایصیبہم فیہا نصب وماہم منہا بمخرجین، حضرت فردوس مکان کے برکات بفضل منان جاری و ساری انشاء اللہ رہیں گے۔

ہرگز نمیرد آنکہ دلش زندہ شد بعشق

ثبت است بر جریدۂ عالم دوام ما

حضرات! پس ماندگان و وابستگان و مخلصان اور یہ عاجز دور افتادہ معصیت آلودہ اور اس کا تمام گھر جب جیز ہم پر واجب اور ضروری ہے۔ اور ہماری ترقی کا باعث ہے۔ یعنی دعائے رحمت و برکت و مغفرت میں مشغول ہو کر اپنی صلاح و بہبودی

پیدا کر رہے ہیں۔

عطر کی مٹی میں بھی مل کر مہک جاتی نہیں
توڑ بھی ڈالو تو ہیرے کی چمک جاتی نہیں

عاجز دور افتادہ معصیت آلودہ پر اس وقت بہت افسوس ہے، کہ حاضر نہ ہو سکا۔ اور اس سعادت سے محروم رہا۔ فقط

محمد یعقوب مجددی
خانقاہ مجددیہ پیر دروازہ بھوپال
۸ دسمبر ۱۹۶۸ء

برادرم! السلام علیکم

مبارک ہے وہ ماں جو خادم دین وملت اولاد جنے، مبارک ہے وہ اولاد جسے ایسی مومنہ صالحہ کی سعادت اتنے دن تک نصیب ہوئی۔

رحمٰن ورحیم کی شفقت ورحمت کا پرتو اگر دنیا میں کہیں آسکتا ہے، تو ماں ہی کی ذات ہیں، سن کچھ بھی ہو جائے، جب تک ماں زندہ ہے، لڑکا لڑکی ہی بنا رہتا ہے اپنے سن کا احساس تو سایہ سے محرومی کے بعد ہی ہوتا ہے۔

بہرحال اللہ مرحومہ کی بال بال مغفرت فرمائے اور آپ کو توفیق صبر جمیل کے سلسلہ میں کچھ لکھنا لقمان کو حکمت کا سبق دینا ہے

ہمارے ہاں کی لڑکیاں بھی مرحومہ کے نام اور کام سے خوب مانوس تھیں اور کچھ تو ان کی زیارت بھی کر چکی تھیں، رنج وغم میں وہ سب شریک ہیں۔

والسلام۔ دعاگو۔ ودعا خواہ

عبد الماجد
۲/۹/۱۹۶۸ء

مخدوم مکرم معظم محترم مدظلکم العالی

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

اخبار الجمعیۃ کے حوالہ سے والدہ محترمہ کے حادثہ فاجعہ کی اطلاع سے صدمہ پہنچا اللہ جل شانہ مرحومہ کو جنت الفردوس میں جگہ مرحمت فرمائے، پرانی ہستیاں اٹھتی چلی جارہی ہیں۔ اللہ جل شانہ پورے عالم پر رحم فرمائے۔ ایک قرآن پاک پڑھوا کر ایصال ثواب کر دیا گیا ہے۔ ہم بھی دعاؤں کے محتاج ہیں اور درخواست کرتے ہیں، معلوم نہیں آپ بھوپال سے پہونچ گئے یا بھوپال ہی میں تھے۔ پرسان حال احباب کی خدمت میں سلام عرض فرمادیں۔

ہمارے گھر والوں کو بہت ہی صدمہ ہوا۔ اور یہ قلق ہوا کہ زیارت نہ ہوسکی، کمی ہے کہ ہمیں بڑی آرزو تھی اور امید تھی کہ ملاقات ہو ہی جائے گی۔

محمد انعام الحسن غفرلہ

باسمہ سبحانہ

مکرم ومحترم جناب مولانا علی میاں صاحب زیدت معالیکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آج یکم ستمبر ۱۹۶۸ء کو ابھی آٹھ بجے صبح طارق میاں اخبار قائد مورخہ ۳۱ ستمبر لائے۔ اور آپ کی والدہ ماجدہ وقت کی رابعہ بصریہ کے انتقال پرملال کی خبر پڑھ کر سنائی۔ یہ سفر تو ہر ایک کو درپیش ہے، لیکن ہر گزرنے والا اپنے پسماندگان کے لئے مختلف اثرات چھوڑ جاتا ہے۔ مرحومہ کی موت نے ان کو تو باب رحمت سے روح وریحان وجنت نعیم میں پہونچا دیا۔ اور ابدی سکون وراحت اور عیش وعشرت کے انعامات وکرامات نصیب فرمادے، لیکن پسماندگان یقیناً ایک مخصوص رحمت، دعا وبرکت سے محروم ہو گئے۔ مجھ کو اس کا قلق ہے کہ آپ کے لئے غائب دعا ضرور حال میں دعا کے لئے

مامتا کے اخلاص کے ساتھ ہاتھ پھیلانے والا اب اس دنیا میں اس درجہ کا کوئی نہ رہا، ان کا مزار مبارک تھوڑے ہی فاصلہ پر ہوگا۔ جہاں پہونچکر اور ایصال ثواب اور زیارت قبر کرکے ضرور کسی درجہ کا سکون پاسکتے ہیں، لیکن اب وہ بات کہاں کہ آپ ملک یا بیرون ملک میں سفر پر ہوں۔ اور آپ کی سلامتی و راحت، عزت اور رفع درجات کے لئے مزاولت کے ساتھ مقبول دعائیں ہورہی ہوں۔ اور آپ کو پاکر جس نیک اور مامتا سے مادر مرحومہ کا دل امنڈتا تھا، اب وہ جذبۂ صادقہ دنیا میں کہیں میسر نہیں آسکتا، وہ تو اس دل کے ساتھ پیوند خاک ہوچکا، علی میاں کی دوری سے بیتاب ہونے والے اب بھی خدا رکھے بہتیرے موجود ہیں۔ لیکن وہ آہ، وہ آنسو، وہ خلش وہ سوزش کہاں، عزیزی مولانا محمد ثانی سلمہ، اور دوسرے اہل سعادت اب بھی اہل دعا موجود ہیں۔ اللھم زدفزد۔ لیکن باب رحمت پر ہاتھ پھیلانے والی گنج لحد میں جاچکی۔ آپ بالغ ہی نہیں ضعیف العمر بھی ہوچکے۔ اور آپ پر لفظ پسر کا اطلاق موزوں نہیں آتا۔ لیکن آپ کی پیاری اماں جان رحمۃ اللہ علیھا۔ آپ کو اب بھی طفل ناتواں کی طرح پالتی تھیں اور ان کو اب بھی علی کے منہ سے دودھ ٹپکتا نظر آتا تھا اور خود آپ کے جذبات کا بھی یہی عالم تھا جیسا اس خورد سال بچہ کا ہوتا ہے جو ہر اذیت، ہر کلفت، ہر ناگواری اور ہر ضرورت پر آغوش مادر کی پناہ کی طرف بھاگتا تھا۔ آپ اپنے والد ماجد اور برادر معظم کے سایوں سے محروم ہوکر بھی ایسے خستہ حال نہ ہوئے ہوں گے۔ جیسی خستگی اور درماندگی اب محسوس کرتے ہوں گے، بیشک آپ اس وقت دلجوئی اور ہمدردی کے مستحق ہیں۔ اور میں اور میری اہلیہ آپ کے اس نقصان عظیم اور صدمہ بے کراں اور غم بے پایاں میں آپ کے شریک حال ہیں تلقین صبر کے ساتھ بیش از بیش دعاؤں سے حق خدمت ادا کرتا ہوں۔ اندر اندر خود بھی یہ اثر محسوس کرتا ہوں۔ کہ مجھے بھی اس نقصان کا صدمہ پہونچا ہے، اور میری

جیب سے بھی گرا نہا ضائع ہو چکی ہے۔

اللہ تعالیٰ آپ کے خاندان میں کہ این خانہ تمام آفتاب است رابعہ بصریہ کی مثالیں پیدا کر کے اس نقصان کی تلافی فرمائیں۔ کہ ایک چراغ کے بعد دوسرے روشن ہوتے رہیں۔ اور یہ سلسلہ ختم نہ ہو۔ آمین ثم آمین

شریک غم دعا گو

عبدالرب صوفی

---

۲۳ بٹواری اناؤ نیکم ۹/۶۸ یکشنبہ

مکرم و محترم زید مجدکم۔ وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ۔

گرامی نامہ موصول ہوا۔ ابھی دلی میں جناب سے ملاقات ہوئی تھی والدہ مرحومہ کی علالت کا بھی کوئی ذکر نہ آیا کہ اچانک اس خط کے ذریعہ حادثہ ارتحال کی خبر ملی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ یقیناً اس رحمت کے سایہ کا اٹھ جانا بڑا حادثہ ہے۔ مگر رضا بالقضاء وظیفہ عبودیت ہے۔ اور اتباع تعلیم نبوت کا

اعظم اللہ اجرکم واحسن عزاءکم وغفر بمیتکم

یہ بات باعث طمانیت ہے کہ والدہ مرحومہ نے اپنی آنکھوں سے دین کے کاموں اور رضاء الٰہی کے اعمال میں معروف و مشغول دیکھا۔

یہاں ہم لوگوں نے تین دنوں تک والدہ مرحومہ کے لئے ختم قرآن اور ایصال ثواب کیا ہے، خدا قبول فرمائے۔ والسلام

منت اللہ

کرم فرمائے محترم حضرت مولانا ابوالحسن علی صاحب دامت برکاتہم،

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ،

گرامی نامہ سے والدہ ماجدہ کی وفات کا علم ہو کر صدمہ پہونچا والدہ کا شفقت

سبھی کے لئے نعمت عظمیٰ ہے، خصوصاً اہلِ علم جو حدیث " ان کی زیارت حج و عمرہ کے برابر ہے " پڑھتے ہیں، ان کو اس کا احساس بھی سب سے زیادہ ہوتا ہے یہ ناکارہ بھی چند سال پہلے اس منزل سے گزرا ہے اور آج تک والدہ کی شفقتیں اور انکی خدمات و زیارت سے حاصل ہونے والی سعادت سے محرومی کا قلق دل سے نہیں جاتا انشاء اللہ کل دارالعلوم میں ختم قرآن کرا کر ایصال ثواب کرا دوں گا۔
اللہ تعالیٰ مرحومہ کو مغفرت ظاہرہ و باطنہ سے سرفراز فرمائیں۔ اور آپ کو صبر جمیل عطا فرمائیں۔ انا للہ ما اعطیٰ وله ما اخذ وان حق اللہ عوضا من کل فائتہ وانما المحروم من حرم الثواب آپ کی نظروں سے اوجھل نہیں

والسلام
محمد شفیع عفا عنہ
۱۹ر۶ر۸۸ء

گرامی مآثر دگراں مفاخر صاحب الآثار المغتبط مولانا ابوالحسن صاحب

احسن اللہ الیھم واجزل لھم الاجر فی مصابھم العظیم۔ آمین. السلام علیکم ورحمۃ اللہ کل پرسوں نے معلوم ہو کر صدمہ ہوا۔ کہ والدہ ماجدہ محترمہ معظمہ واصل بحق ہوئیں.
اِنا للہ وَانا الیہ راجعون۔ اِنّ للہ ما اَخذ وَله ما اعطیٰ وکل شئ عندہٗ الیٰ اجلٍ مسمّیٰ۔ حق تعالیٰ مرحومہ کو اپنی رحمت و مغفرت و رضوان سے نوازے اور جنت الفردوس نصیب فرما کر سرفراز فرمائے۔ آمین۔ اور حق تعالیٰ آپ کو اور تمام متعلقین کو اجر جزیل اور صبر جمیل عطا فرمائے۔ آمین۔ سب ہی کو جانا ہے اور جانے کے لئے آیا ہے۔ لیکن والدہ کی دعاؤں کی رحمتوں سے محرومی اور ان کی خدمت کی سعادت سے حرمان بڑا صدمہ ہے۔ و فی اللہ عزاء من کل ھالک صدمہ طبعی ہے اور اس لئے صدمہ کے مطابق اجر و ثواب ملتا ہے۔ بہر حال آپ نے اللہ تعالیٰ کی امانت

اللہ تعالیٰ کے سپرد فرما دی اور طویل عرصہ خدمت و دعوات کے ثمرات سے فائدہ اٹھایا۔ اس کا شکر بھی ادا نہیں ہو سکتا۔ مجھے تو یہ معلوم نہ تھا کہ والدہ محترمہ کا ظل عاطفت آپ کو اب تک نصیب ہے۔ والد محترم کا سایہ اللہ تعالیٰ نے اگر جلد اٹھایا تو والدہ محترمہ کو تادیر زندہ و سلامت رکھ کر احسان عظیم فرمایا۔ دست بدعا ہوں کہ اللہ تعالیٰ وفات کے بعد بھی روحانی سایہ سے مالا مال فرماتا رہے۔ آمین۔

وما مات من خلف مثلکم
فلم تمت ھی حیث خلقت مثلکم

محمد یوسف بنوری
۷ ستمبر ۱۹۶۸ء

محترمی و مکرمی!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ'

کل "الشہاب" بیروت کے ذریعہ آپ کی والدہ محترمہ کے انتقال کی اطلاع پاکر سخت افسوس ہوا۔ اللہ تعالیٰ انہیں جنت الفردوس میں درجات عالیہ سے سرفراز فرمائے۔ اور آپ اور تمام پسماندگان کو صبر جمیل کی توفیق مرحمت فرمائے انا للہ وانا الیہ راجعون۔ یہاں میرے تمام رفقا بھی اس سانحہ میں آپ سے گہری ہمدردی کا اظہار کرتے ہیں۔ اور والدہ مرحومہ کے لئے مغفرت کی دعا کرتے ہیں

خاکسار
طفیل محمد

مخدوم و محترم۔ سلام مسنون

نیاز مند کے خط سے آپ کی والدہ محترمہ کی رحلت کی خبر ملی، اللہ تعالیٰ مغفرت فرمائے آمین۔ جو کچھ لکھتا وہ ہیچ معلوم ہونے لگتا ہے، اس لئے کہ اقبال کی لازوال

نظم والدہ مرحومہ کی یاد میں ذہن میں متلاطم اور زبان پر رواں ہو جاتی اقبال نے اپنی ماں کو جس طرح ہر شخص کی ماں بنا دیا ہے۔ وہ شاعر اور شاعری دونوں کی معراج ہے۔ چاہتا ہوں کہ ایک دفعہ آپ اسے اور پڑھ لیں۔

اب دعائے نیم شب میں کس کو یاد آؤں گا

اللہ تعالیٰ آپ کا حافظ و ناصر رہے۔ آمین۔

مخلص۔ رشید احمد صدیقی

۳ / ۹ / ۶۸ء